

# شمس الاسلام

ماہنامہ

\* بھیرہ (پاکستان) \*

\* \* \*

بابت ماہ ربیع الثانی و جمادی الاول ۱۳۷۷ھ

مطابق ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۵۷ء

مرتبہ سید سیاح الدین کاکاخیل

تحت ادارہ

غلام حسین } امیر حزبہ الانصار بھیرہ } تین روپہ  
مذہب رسول } مولانا الحاج افتخار احمد بکوی } سالانہ چاند  
(پاکستان)



سالانہ چندہ  
عموم سے ۳/۰/-  
طلباء سے ۲/۸/۰/-  
ع

بیادگار زعم ملت حضرت مولانا محمد صاحب بکوی

زیر ہدایت مولانا افتخار احمد صاحب بکوی امیر حزب الانصار پیرہ (پنجاب)

منجانب

سالانہ چندہ  
معاونین سے ۵/۰/-  
غیر مالک سے ۴/۰/-  
للص

# حزب الانصار پیرہ

اللہ محبت کے مددگاروں کا گروہ

● غرض و مقاصد (۱) اندرون و بیرون مملکت سے اسلام کا تحفظ و اشاعت اسلام (۲) اصلاح رسوم و باقیات شریعت اسلامیہ  
ایجاد و اشاعت علوم دینیہ (۳) طریق کار (۱) جریدہ شمس الاسلام کا اجراء جس دارالعلوم عربیہ جامع مسجد پیرہ کو اپنے عقلمند شعبوں کے  
ذریعہ اسلام کی بہترین خدمت سر انجام دے رہا ہے (۲) مبلغین کے جذبہ ملک کے مول و عرض میں اسلامی زندگی پیدا کی جا رہی ہے (۳) علم و فہم  
سالانہ کانفرنس (۴) امیر حزب الانصار کا مبلغین کے ہر ماہ سالانہ تبلیغی دورہ (۵) کتب خانہ (۶) جامعہ مسجد پیرہ کی مرمت

جریدہ کے قواعد و ضوابط (۱) جریدہ ہر ماہ انگریزی کی پانچ تاریخ کو پابندی وقت سے شائع ہوتا ہے۔ مضامین ہر ماہ کی دس  
تاریخ کو وصول ہونے چاہئیں مدیر کا مضمونی نگار صاحبان کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں (۲) اعلان  
حزب الانصار کے نام جریدہ مفت بھیج جاتا ہے۔ چندہ رکھنے والے کم از کم چار آنہ ماسوا یا تین روپیہ سالانہ ہے۔ (۳) عام سالانہ چندہ سے معاہدین سے  
۱/۵ روپیہ منتر ہے۔ نوٹہ لا پرچہ چار آنہ کے ٹکٹ وصول ہونے پر بھیج جاتا ہے۔ (۴) رسالہ باقاعدہ چارچہ پڑھنے والے بعد بذریعہ ڈاک بھیج جاتا ہے۔  
لغض رسائل راستہ میں تلف ہو جاتے ہیں ایسی صورت میں خریدار کی طرف سے ماہ کی ۲۵ تاریخ تک اطلاع موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ بھیج جاتا ہے  
اطلاع نہ ملنے کی صورت میں دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔ (۵) جواب کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے چاہئیں (۶) ہندوستان والے چندہ حامی  
عبدالحمید صاحبان کمیشن انٹیس ۱۵۰ ذاب مسجد شریف ممبئی (ہندوستان) کو بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔ بریک ڈاک اور خط و کتابت پیرہ

جملہ خط و کتابت و توسیل دربار غلام حسین پیرہ پبلشر شمس الاسلام پیرہ (پنجاب) ہونی چاہیے۔

## سرخ نشان

دائرہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کا رسالہ بذریعہ ارسال ہوگا جس کے تاہد  
اخراجات سے چندہ کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ خریداری منظور ہو  
تو اطلاع دیں۔ خدارا دی۔ پی واپس کر کے ایک اسلامی ادارہ کو نقصان نہ پہنچائیں۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری بڑا کمال ضروری ہے۔

غلام حسین پیرہ

# شہد الاسلام

ماہنامہ  
ترتیب  
سیدنا الدین کا کاخیل  
جلد ۲۸  
ربیع الثانی و جمادی الاول ۱۳۸۶ھ نومبر و دسمبر ۱۹۶۵ء  
شمارہ ۱۲۰۱۱

## فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صاحب مضمون	صفحہ
۱	قطعہ و نعت مولانا محمد عیسیٰ مرحوم	از مولوی محمد میر صاحب نسیم سرگودھا	۴
۲	تاریخ شمس الاسلام کی خدمت میں	از سید سیاح الدین کا کاخیل	۵
۳	نعت پاک	از ظفر جنگپوری	۸
۴	خاتم النبیین	از شیخ عبدالعال العقبادی مبعوث الازہر	۹
۵	مسئلہ ذکوۃ اور دینی مدارس	مؤتمر اسلامی فی دارالعلوم دیرینہ از مولانا مفتی محمد رفیع صاحب دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک	۱۶

باہتمام غلام حسین ایڈیٹر پرنٹر پبلشر۔ ثنائی برقی پریس سرگودھا میں چھپ کر دفتر جریہ شمس الاسلام  
جامعہ مسجد بحیرہ سے شائع ہوا

# قطرہ فاضل حضرت مولانا محمد علی صاحب جوگی علیہ السلام

مولوی محمد زبیر صاحب نیم سرگودھا

حضرت اطوفانِ غم شد آشکار  
 حسرت و دردِ دل رنج و بلا  
 آفتابِ علم و عرفان شد غروب  
 و احوالِ عالی مقام  
 مفتی و درالِ فضیلت انتہا  
 مہبطِ انوار ہائے کبشیریا  
 گلشنِ اخلاقِ احسن سرسبز  
 از غمِ فرقتِ دل عالمِ سوخت  
 رنگِ دنیائے دنی بے رنگ دید  
 بست و بچم بود از ماہِ اگست  
 روز یک شنبہ محرم بست و ہفت  
 در تلاشِ آن گلِ رنگین نیم  
 کو بکو آوارہ و زار و نزار،  
 خاکِ آتشِ خیر و گردِ دلِ برق بار  
 اہلِ عالم خاکِ بر سرِ دلِ فگار  
 غلٹ جانسوز و کرب و اضطراب  
 قبلہ آفاق ہا فرخِ ستار  
 معرفت را بجز ناپیدا کنار  
 مخزنِ اسرار ہائے محمود گار  
 جنتِ الفردوس را رنگین بہار  
 ساخت قلبِ مضطرب را دافدار  
 بے درنگ شد جانبِ دارِ القرار  
 ہفت و پنجاہ نوزدہ صد بر شمار  
 ہفت و ہفتاد و سہ صد یک ہزار  
 در تلاشِ آن گلِ رنگین نیم



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# قارئین شمس الاسلام کی خدمت میں!

ارشد سیاح الدین کا خلیل جامع مسجد لائل پور

اب تک رسالہ شمس الاسلام کی ترتیب کتابت بھرہ میں اور طباعت سرگودھا میں ہوتی تھی حضرت مولانا الحاج افتخار احمد صاحب اور کارکنان ادارہ اس کتابت سے پورے طور پر مطمئن نہ تھے۔ اس لئے محترم الحاج افتخار احمد صاحب کی خواہش تھی کہ رسالہ کو معنوی اور ظاہری خوبیوں سے مزین کرنے کے لئے اس کی ترتیب مضامین اور کتابت و تصحیح کا نیا انتظام کیا جائے۔ اور اس مقصد کے حصول کی خاطر انہوں نے یہ خدمت میرے سپرد کی۔ اس نئے انتظام ہی کے سلسلہ میں نومبر کا پرچہ شائع بھی نہ ہو سکا۔ اور اب یہ زیر نظر شمارہ نومبر اور دسمبر دو ماہ کا یکجا آپ کی خدمت میں پہنچ رہا ہے۔ بہت سے شائقین رسالہ کو نومبر کا پرچہ نہ ملنے کی وجہ سے انتظار کی زحمت پیش آئی ہوگی۔ جس کے لئے ہم ان سے معافی طلب کرتے ہیں۔ اور اُمید ہے وہ ہم کو معذور تصور فرما کر معاف فرمائیں گے۔

بہت سے قارئین کرام کو شاید یہ معلوم بھی ہوگا کہ رسالہ شمس الاسلام اور مجلس حزب الانصار کے دوسرے اداروں سے میرا قلمی تعلق ہے۔ میں جولائی ۱۹۴۲ء کے اوائل میں امیر مجلس حزب الانصار حضرت مولانا فہر احمد صاحب بگوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خاص مخلصانہ دعوت پر دارالعلوم عزیز بھرہ میں تدریس و تعلیم کی خدمات سرانجام دینے کے لئے حاضر ہوا تھا۔ میں جب بھرہ پہنچا۔ تو حضرت مولانا مرحوم نے مجھے فرمایا۔ کہ تعلیم و تدریس کے علاوہ افتاء اور رسالہ شمس الاسلام کے لئے شذرات و مقالات کا کام بھی آپ سرانجام دیا کریں۔ چنانچہ اس بناء پر میں نے اگست ۱۹۴۲ء سے مارچ ۱۹۴۵ء تک تو حضرت مولانا بگوی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں ان کی زیر نگرانی

شمس الاسلام کی ادارت کی۔ اور شذرات اور دوسرے مقالات و مضامین لکھتا رہا۔ حضرت مولانا مرحوم کی وفات مارچ ۱۹۴۵ء کے بعد بھی نومبر ۱۹۴۶ء تک میں دارالعلوم عزیز بھرہ میں مقیم رہا۔ اور تدریس و افتاء کے علاوہ رسالہ کے لئے مضامین و مقالات لکھتا میرے ذمہ تھا۔ میں اور نومبر ۱۹۴۶ء میں وہاں سے مدرسہ عربیہ اشاعت العلوم واقع جامع مسجد لائل پور آیا۔ اور اُس وقت سے اب تک یہاں قیام ہے۔ بھرہ سے یہاں آجانے کے بعد کچھ عرصہ تک تو رسالہ شمس الاسلام کے ساتھ تعلق قائم نہ رہ سکا۔ مگر چند ماہ کے بعد پھر امیر حزب الانصار مولانا الحاج افتخار احمد صاحب کی خواہش کے مطابق میں نے یہاں سے مضامین و مقالات بھیجنے کا سلسلہ جاری کیا۔ اور خاص طور سے شذرات میں ہی لکھتا رہا۔ رسائل و مسائل کے عنوان سے فقہی مسائل و فتاویٰ اور استفسارات کے جوابات بھی شائع کرتا رہا۔ اور مناسب یہ سمجھا گیا۔ کہ یہ سارے مقالات و مضامین۔ شذرات و فتاویٰ میرے نام کی بجائے ادارہ "یاندیہ" یا اور کسی نام سے شائع ہوں۔ چنانچہ اب تک شذرات یہاں سے بھیجے جاتے تھے۔ اور وہاں بھرہ میں رسالہ کی کتابت ہوتی تھی۔ اب اس نئے انتظام کے ماتحت یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ مجھے ناچیز کا نام سُرور قلم بہ حیثیت مرتب رسالہ درج ہو۔ جو شذرات یا مضامین میں اپنے قلم سے لکھوں گا۔ اُن پر یا تو میرا مصرعی نام ہوگا۔ یا مرتب یا س لکھا ہوا ہوگا۔ اور دوسرے حضرات اہل قلم کے مضامین و مقالات خود اُن کے نام کی تصریح کے ساتھ شائع ہوا کریں گے۔

رسالہ کو زیادہ مفید اور دلچسپ بنانے کے لئے یہ بھی

اُن کو سمجھنے کے بعد ان فتنہ گردوں کے دس دس دس کوک کسی طرح اُترا نذر نہ ہو سکیں۔

رسالہ شمس الاسلام ایک تعلیمی ادارے (دارالعلوم عزیز) کا بھی ترجمان ہے۔ اس لئے ہمارے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ملک کے تعلیمی مسائل کی طرف بھی توجہ کیا کریں۔ اور خاص طور سے یہ مسئلہ کہ پاکستان میں دینی علوم و فنون اور دینی مدارس و مکتب کا مستقبل کیا ہوگا۔ ہر وقت ہمارے سامنے ہے۔ لہذا ہم اس سلسلہ کے مضامین و معلومات کی اشاعت کی طرف بھی توجہ کریں گے۔

زیر نظر شمارہ میں ایک مضمون جناب رسل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے سلسلہ میں خاتم النبیینؐ کے عنوان سے درج کیا گیا ہے۔ جو عبدالعال العبادی مصری غائبہ مؤثر اسلامی برائے دارالعلوم دیوبند کے ایک عربی مضمون کا اردو ترجمہ ہے مضمون مفید اور اچھے انداز کا تھا اس لئے ہم نے سارا مضمون ایک ہی قسط میں شائع کر دیا۔ اس کے بعد دوسرا مضمون جو نہایت طویل ہے۔ ”فریضہ زکوٰۃ اور دینی مدارس“ کے عنوان سے مولانا مفتی محمد یوسف صاحب مدرس و مفتی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ چنگ کی طرف سے ہے۔ ہم نے یہ ضروری سمجھا کہ یہ سارا مضمون بہ یک وقت ناظرین کرام کے سامنے آجائے۔ اور اہل علم کو بہ یک وقت اس پر غور کرنے کا موقع ملے۔ اس لئے ہم نے بالا قسط شائع نہیں کیا۔ بلکہ دوسرے تیار اور موجود مضامین کی اشاعت اس دفعہ روک کر یہ سارا مضمون ایک ہی دفعہ شائع کیا ہے۔ قارئین کرام کے لئے یہ بار خاطر نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ آئندہ بھی ارادہ یہی ہے۔ کہ کوئی اہم مضمون اگرچہ طویل ہو۔ چند قسطوں میں تقسیم کرنے کی بجائے ایک ہی دفعہ شائع کیا جائے گا۔ ہم آپ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ رسالہ کی توسیع اشاعت میں کوشش کر کے ادارہ کی حوصلہ افزائی فرمائیں۔ اور ساتھ ہی مفید مشورے دینے میں بھی درپن نہ فرمائیں۔ ہماری انتہائی کوشش یہ ہوگی کہ رسالہ ہر لحاظ سے معیاری و دلچسپ اور مفید بن جائے۔ والسلام

ارادہ کیا گیا ہے۔ کہ ہندوستان کے دینی اور علمی رسائل میں کوئی اہم اور مفید مضمون کسی مسلم بزرگ اور اہل علم عالم دین کا پسند آجائے اور اس کی مزید اشاعت علمی اور دینی افادیت کے اعتبار سے ضروری ہو تو اس قسم کے مضامین بھی نقل کئے جائیں تاکہ قارئین کرام بھی اُن کے مطالعہ سے مستفید ہو جایا کریں۔

ارادہ ہے کہ ہر مہینہ کے رسالہ میں چند متنقل مضامین ہوں۔ چنانچہ آئندہ نئے سال سے ”بیابہ مجلس اقبال و یک دوسا غرض“ کے عنوان سے ہر ماہ علامہ اقبال مرحوم کے چند اہم اور مفید علمی شمارہ کی تشریح و توضیح شائع ہوا کرے گی۔

”یقین حکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم“ کے عنوان کے ماتحت حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور دوسرے اکابر ملت اور سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کی کتاب زندگی میں کچھ حالات و واقعات شائع کئے جائیں گے تاکہ اُن کے مطالعہ سے ہمارے قلوب میں بھی کچھ ایمان و یقین کی حرارت پیدا ہو جائے۔ اور ہماری رگوں میں بھی دینی حقیقت و غیرت کے لئے کوئی تازہ خون دوڑنے لگے۔

”مشکوٰۃ نبوت کے چند روشن چلچلے“ کے عنوان سے چند ارشادات نبویہ کی مختصر اور ضروری تشریح ہوگی۔ جس کا مطالعہ انشاء اللہ تعالیٰ قارئین کرام کے لئے بہت سے دینی فوائد کا موجب ہوگا۔ برقی پرویز کے اٹھائے ہوئے فتنے کا علمی جواب وقت کی

ایک اہم ضرورت اور دینی خدمت ہے۔ شمس الاسلام کا جب اصل مقصد وجود اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کا مقابلہ اور اُن کے استیصال کے لئے اپنی حد استطاعت تک کوشش ہے۔ تو لازماً اُن فتنوں کے خلاف مضامین و مقالات کی اشاعت بھی ہمارا فریضہ ہے۔ اس لئے ہم کوشش کریں گے۔ کہ ہر اشاعت میں مستند علماء کے ایسے تحقیقی مقالات شائع کریں۔ جن سے حدیث کی اہمیت اور دین میں اُس کا بلند مقام واضح ہو۔ اور ایجابی طور پر ایسی بنیادی چیزیں مسلمانوں کے اذہان میں راسخ کر دی جائیں کہ

پیش نظر سوال ۲۹ سے ۳۲

رجوع حاصل نہ ہوگا۔ دونوں صورتوں میں فرق اگر ہے تو حق رجوع ثابت ہونے اور نہ ہونے میں ہے۔ زکوٰۃ دونوں صورتوں میں ادا ہوئی ہے۔ اور اگر زکوٰۃ نارغ ہو گیا ہے جس سے مال معلوم ہوتا ہے کہ مالدار آدمی کے کہنے سے دوسرا شخص زکوٰۃ اپنے ہی مال سے ادا کرے۔ اور اسی طریقہ سے زکوٰۃ کی ادائیگی سے مال دار آدمی نارغ الزم ہو جاتا ہے۔ بہر حال احادیث بزریہ اور فقہائے حنفیہ کی تصریحات سے یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ مال زکوٰۃ میں تبدیلی خواہ خود مالدار شخص یہ تبدیلی کرے یا اس کے امیر سے دوسرے آدمی کے ذریعہ یہ تبدیلی پائی جائے تو دونوں صورتوں میں یہ تبدیلی جائز ہے۔ اور اس سے زکوٰۃ میں کوئی فرق نہیں آتا ہے۔ اس ثابت شدہ حقیقت کے پیش نظر سوال ۲۵ کا جواب اولیٰ درجہ ذیل ہے۔

**پہلا جواب ۱۔** منی آرڈر کے ذریعہ جو اموال زکوٰۃ بھیجے جا رہے ہیں۔ اس میں بے شک اصل مال زکوٰۃ لڑا کھانہ میں رہ جاتا ہے۔ اور مقامی ڈاکخانہ اس کے بدلے میں مرسل الیہ کو اس مقدار کی رقم و تسلیم ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ تبدیلی مالک کے امر سے ہوتی ہے۔ تو گویا حکم ڈاک مالک کے طرف سے اس بات پر مامور کیا جاتا ہے کہ تم میری طرف سے اپنے مال سے زکوٰۃ ادا کرو۔ اور اس کے بدلے میں مجھ سے یہ رقم وصول کر لو۔ قوت ینفان کے متذکرہ بالا جزیہ کے مطابق زکوٰۃ درست ہی ہوگی۔ اور یہ تبدیلی سابقہ روایات کی رو سے جائز بھی ہوگی۔

**دوسرا جواب ۲۔** اس طرح موجودہ دور کی دینی ضرورتوں اور مصالح کے پیش نظر اسلام کے بعض

مسلمہ حکام کے تحت صورت مسئولیٰ مہنا کے جواب میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ کہ اصل مال زکوٰۃ کے بدلے میں جو قسم مقامی ڈاکخانہ سے وصول ہو جاتی ہے۔ وہ اگرچہ مین مال زکوٰۃ نہیں۔ مگر مال زکوٰۃ کے حکم میں ضرور ہوگی۔ تو جس طرح عین مال زکوٰۃ ادا کر کے بیعہ امال میں پہنچ کر فقراء پر حبب خرچ کیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اس کے بدلے میں وصول شدہ رقم بھی حبب خرچ کی جائے تو زکوٰۃ لا محالہ ادا ہوگی۔ کیوں کہ یہ بھی حکم میں مین مال زکوٰۃ کے ہے مذہبی احکام میں اس کے لئے بہت سی نظریات مل سکتی ہیں۔ مگر یہاں توضیح مقصد کی غرض سے صرف ایک ہی تفسیر ذکر کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے

**تیسرا جواب ۳۔** اسلام نے اپنا ایک مستقل اصول یہ مقرر کیا ہے کہ درام و دنانیر (سونا چاندی) یا دیگر اموال بلیہ میں باہمی تبادلہ حبب اتحاد و جنس کی صورت میں ہر قدر عین میں قدر کے اعتبار سے لاہمی مساوات بھی ضروری ہے۔ اور قبض المبدلین یا دونوں کی تین بھی لازمی امر ہے۔ ادھار کسی ایکہ میں بھی جائز نہیں ہے۔

**الذہب بالذہب** الخ مثلاً بعشیراً بیدو الفضل دجاً الحدیث۔ اس قانون کا تقاضہ تو یہ ہے کہ قرض بالکل حرام ہے تا جائز قرار پائے۔ کیونکہ اس میں اموال رویہ میں سے دو متحد الجنس بدلین کے درمیان مبادلہ کی صورت پائی جاتی ہے۔ اور انھیں ایک ایک کی وصولی فی الحال اور دوسری کی کچھ زمانہ بعد ہے اور یہ بدلہ ابید کے خلاف ہے

مگر باوجود اس کے کہ ایک نامائز مبادلہ کی صورت معلوم

# نعت پاک

از ظفر جنبی پوری

نیم صبح بہارِ یارِ ریاض بطریق آ رہی ہے۔  
چمن برد اماں ہے غنچہ گل کی مسکرا رہی ہے  
بہرِ نہ کھل جائے ضبطِ غم کا بشیرِ مدینہ کرم خدا را  
مصائبِ جبرِ بہتہ بہتہ، لبوں پہ فریاد آ رہی ہے۔  
حضورِ سلطانِ انبیاء کی، نہ پوچھو یادِ حسین کا عالم۔  
کہ خود بھی مجنوں بنی ہوئی ہے، مجھے بھی مجنوں بنا رہی ہے  
جو سازِ آتشِ آباؤںمِ ربّک، سے زندگی نے صدا سنی تھی  
وہ اب بھی کانوں میں آ رہی ہے، جواب بھی دل میں سنا رہی ہے  
جو کہہ فارانِ یہ فرق چمکی، تھی بن کے سرِ شپہ ہدایت  
وہ بھولے بھٹکوں کو آج تک بھی چمک کے رستہ دکھا رہی ہے  
ضیاءِ جو پھیلی تھی اس جہاں میں، جبینِ پر نورِ مصطفیٰ سے  
حیات کے وہ ہر ایک گوشے کو آج تک جگمگا رہی ہے  
ظفرِ ترے جذبِ لکالم، ہے صاف ظاہر تری نظر سے  
بتا رہے ہیں مسلسل آنسو، حضور کی یاد آ رہی ہے۔

جوئی ہے اسلام نے اس کو نہ مرثِ جاوِز بلکہ مقنِ اہلِ افضل  
قرآن دے دیا ہے اب اس کو لاؤ استحقاق کے لئے مودری  
مصدقہ ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کو میاں میں داخلہ تسلیم  
کئے اس کے لئے کوئی وجہ ہو لاؤ استحقاق کا شکی نہ ہے۔  
دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ جبریل کچھ زمانہ بعد قرآن خواہ کو  
دے دیا جاتا ہے۔ اس کو عین سابقِ خرچ شدہ رقم کے علم  
میں بان کہ اس صورتِ قرآن کو "مبادو" ہی سے خارجِ تسلیم  
کر دیا جاتا ہے۔

پہلی صورت نامکن ہے۔ نہ فقہانے اس کو تسلیم کر لیا ہے  
اور دوسری صورت ممکن ہی ہے اور فقہانے اس کو اختیار بھی  
کیا ہے۔ لیکن فقہانے عام دیون کے بارے میں جتنا  
"الدیون قضی بامثالھا" وضع کیا ہے۔ اس سے  
خرچ کو ششہ قرار دیا ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ اس میں بدل  
عین سابقِ خرچ شدہ رقم کے علم میں ہے۔ تاکہ ادھار  
کے ساتھ مبادلۃً الجنبس بالجنبس میں داخل نہ ہونے  
پائے۔

تخلیکِ یہ صورتِ مالِ مسدودِ زیرِ بحث میں بھی ممکن ہے  
اس میں متاعی ڈالنا سے وصول شدہ رقم کو عین مال  
زکوٰۃ مطلقاً قرار دے کر ایسا سمجھا جائے گا۔ کہ گویا عین مال  
زکوٰۃ وصول کیا گیا ہے

"دفعاً للحرج فی المعاملات وتیسیراً  
لصرف الزکوٰۃ فی افضل المصارف فی  
مثل هذه العبادات" لہذا زکوٰۃ بلا تردد جائز  
ہوگی۔ فقط واللہ اعلم۔



# حاکم النبیین

اشفی عبد العال العقبا دی مشور  
اللاہود الموقر الاسلامی  
دار العلوم دیوبند

جن کی پوری زندگی یقین علم عمل پریم، محبت فاتح عالم کا ایک دل نشین پیکر تھی۔

سکون دل اور قرار جان سکرا رہا ہو۔ اس عظیم اثران مقصد اور اس ارسال رسل کا ماحصل یہ تھا۔ کہ ان فوں پر خدا کی محبت تمام ہو جائے۔ انہیں کہنے کا موقع نہ رہے کہ ربوبیت کی بدگاہ سے انکس تو بیشک ملی تھیں۔ مگر فوں کی مضرتیں ہیں نہ مل سکیں۔ یہ رسولوں کا اس طرح اٹھا کہ کوئی قوم اور کوئی گوشہ ان سے خالی نہ رہا ہو۔ ربوبیت کی جانب سے فوری کی ضو بخشی کا سر و سامان تھا۔ اب اگر یہ آواز اٹھے کہ

ما جاکم من خیر ہمارے پاس کوئی بشارت اور  
کلانہ ہو۔ مائدہ۔  
نذیر نہیں آیا۔

تو اس آواز کا جھوٹ دینا کاسب ہے بڑا جھوٹ ہے۔  
اس لئے کہ۔

فقد جاکم خیر سو تمہارے پاس بشارت و نذیر  
و نذیر (مائدہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم آچکے ہیں

بدی تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لئلا یكون للناس على الله حجة بعد الوسل "اننا"

سنت الہیہ اس بات کی مقتضی ہوئی کہ ان فوں جامعوں  
جن ہر ایک جامعیت کی جانب خود اسی میں سے ایک رسول بھیجا جائے  
جو ان فوں کو ان کی سعادت کی راہ دکھائے جو ان کو عبادت سے لے  
کر معاصات تک پہنچا دینا کی تعلیم سے بہرہ ور کرے رسولوں  
کے اس پہلے ارسال سے مشیت الہی یہ تھی کہ ان نبیت کی  
رو میں جلوہ گر ہو۔ وہ جوئی خواہشات اور پر خود غلط آرزوؤں  
سے مکمل طریقہ پر پاک ہو بر اعتقاد و اور دل کی بیماری کا بدرجو قائم  
استیصال ہو، انسان ان کے درمیان محبت کی کرشمہ سازیاں  
ہوں اخوة اور بھائی چادگی کا نہ ٹوٹنے والا نظام تخلیق پائے ان میں  
ایک دوسرے سے دوری اور ایک دوسرے سے بغض و عناد  
ختم ہوتا کہ ان نبیت گروہ بندی کی عموکیں کی نہ پھرے اور زمین  
کے مختلف گوشوں میں بسنے والی جامعیں اور قومیں ایک دوسرے  
سے دوست گریباں نہ رہیں۔ وہ اسباب موت کے گھاٹ اتر جائیں  
جو بچا آدم کو صد کی گندگی، افتراق کی نفرت اور کراہیت کی  
زنجیر میں پکڑے ہوئے ہیں جس چیز نے معاشرہ انسانیت  
سے دل کا چین چین لیا ہے۔ اس کی عکاسی ہو۔ اور اس کی جگہ  
ایک ایسے معاشرہ نمود پذیر ہو۔ کہ جس کی نگ دہے میں



ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَكِنَّ الْبَرِّينَ آمَنَ بِاللَّهِ  
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ  
وَالْكِتَابِ وَالْبَنِينَ (مترہ) یعنی رکھے ایمان اسی طرح (قیمت

کے دن (آنے) پر (ہی) اور سب پیغمبروں پر قرآن کریم نے  
ترتیب کھول کر بتایا کہ اس طرح ایمان لانا کہ انبیاء و سابقین کی پوری  
پوری تصدیق ہو۔ اور ان کی صلاہ و عفت میں شک کی کوئی گنجائش نہ  
رہے۔ نہ صرف یہ کہ عام اہل ایمان اور افراد امت ہی پر فرضی  
ہے۔ بلکہ اس صفت میں انبیاء و پیشوا بھی شامل رہتے ہیں۔ یعنی وہ  
ایک دوسرے کی تصدیق اور تائید کرتے ہیں۔ اور دعوت کی  
مجھے نہیں کرتے ہیں۔ اور ایک نبی کا زمانہ ختم ہو جانے پر دوسرے  
نبی کا ظہور نہ ہوتا تو مادیات اور قریبات کی اندھیروں سے  
بیکار دعوت کا پھر ٹھکانا اور اس کے مدد و حال پہنچانا ناممکن تھا۔ فرماؤ:

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ  
مَنْ رِيسَةٍ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلُّ اسْچیز کا جو ان کے پاس ان  
آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَكَانَ رِيسَةٍ  
كُتِبَ لَهُمْ مِنْ رِيسَةٍ لَمْ يَكُنْ مِنْ رِيسَةٍ  
احد من رِيسَةٍ (مترہ) عقیدہ رکھتے ہیں۔ اللہ کے ساتھ

اور اس کے فرشتوں کے ساتھ اور اس کی کتابوں کے ساتھ اور  
اس کے پیغمبروں کے ساتھ اور کہتے ہیں: ہاں ہم اس کے پیغمبروں  
نبی کی کی تفریق نہیں کرتے۔ نبی اور نبی پیغام اور پیغام کے۔ بین تفریق  
کو بہاہ راست کفر باللہ ٹھہرایا گیا ہے۔ اور اس کا ارتکاب کرنے  
والوں کو عقیدہ کی بیماری اور کجی کا شکار بنایا گیا ہے یہ گناہ انہیں

کہ لوگ صرف مذاحمی و قیوم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان  
لائیں۔ اور لغو ذباہد دوسرے انبیاء کو ایمان عظیم السلام کو  
سجود مانگ دانتے رہیں۔

وَلَقَدْ عَلِمْنَا لُؤْلُؤًا مِنْكُمْ فَرِحْنَا بِبَعْضٍ وَرَمَيْنَا بَعْضًا  
يَعْنِي فَلَمَّا بَلَغَ الْأَوَّلُ الْأَوَّلُ الْكَمَرُ مِنْ حَقِّكَ جَوْدُكَ  
مکمل کر دینے میں اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کیساتھ اور ان کے چاہنے میں کہ اللہ کے  
اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور کہتے ہیں کہ ہم پیغمبروں میں سے بعض پر ایمان  
لائے ہیں اور بعضوں کے منکر ہیں اور ان کے چاہنے میں کہ میں میں ایک اور تفریق کریں کہ  
سب پر ایمان لائے اور اللہ کے ساتھ ایمان لائے اور اس کے رسول کیساتھ اور ان کے چاہنے میں کہ میں میں ایک اور تفریق کریں کہ  
میں ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ میں میں ایمان لائے اور اس کے رسول کیساتھ اور ان کے چاہنے میں کہ میں میں ایک اور تفریق کریں کہ  
گو کہ میں میں ایمان لائے اور اس کے رسول کیساتھ اور ان کے چاہنے میں کہ میں میں ایک اور تفریق کریں کہ  
میراث بھگتے اور اللہ کے ساتھ ایمان لائے اور اس کے رسول کیساتھ اور ان کے چاہنے میں کہ میں میں ایک اور تفریق کریں کہ  
کوئی علاقہ تھا کہ وہ صرف ایک ایک کے دیر پر رکھنا چاہتے تھے۔ بلکہ اس تفریق کے  
چمچے ان کی اپنی سیادت و قیادت کا سایہ اور اندھیرا چھایا تھا تو وہ کہتے تھے کہ اگر  
وہ صرف اپنے ہی نبی کو حق و فضیلت سمجھیں تو دنیا خود بخود ان کی بارگاہ میں جھک جائی  
بدی تباہی کی مصلحت کا ایک پتھر بھی ہے کہ انبیاء و سابقین میں ہر ایک  
کی مذہبی قوم یا قبیلہ کی جانب بھیجا گیا۔ ان کی دعوت زمان و مکان کے  
مخصوص مقامات کی بلالی تھی نہ کبھی وہیں ہوا کہ جہاں ایک نبی کی دعوت  
الکافروں نے۔ تمام ہو گئے اور اللہ نے اپنی صفی سے دوسرے نبی کو ارسال  
فرمایا۔ یا ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ نبی بھیج گئے  
جس کی دعوت میں بنیادی طور پر کوئی اختلاف نہ تھا۔ حضرت  
شعیبؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارونؑ علیہم السلام  
ایک ہی زمانہ میں تھے۔ حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ علی بنیاد  
پیشوا اسلام ایک ہی عصر میں تھے۔



## رسالت نبی کریمی کا مقام

خدا تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری انسانیت کی طرف مبعوث فرمایا۔ آپ کی رسالت کسی قوم کے لئے نہ تھی۔ بلکہ سب کے لئے تھی۔ آپ کی دعوت کسی جزائیاتی خطہ میں محدود نہ تھی۔ بلکہ پورے کرۂ ارض کے لئے تھی۔ آپ کی ذات اقدس پر رسول و رسالت کا عہدہ پورا ہو گیا۔ امانت و اشاعت اسلام کے ساتھ نعمت الہیہ اور دین الہی کا ظہور کمال ہو گیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ باری تعالیٰ نے معجزانہ طور پر عرب کو دوبارہ زندگی بخشی تاکہ وہ نہ صرف خود بیدار ہوں۔ بلکہ پورے دو دمان آدم کی انقلاب آفریں بیداری کا باعث بن سکیں۔ تاکہ وہ ایک ایسی زندہ مثالی وحدۃ بن جائیں جس میں اخوت و محبت اور رفاقت و ایثار باہم و دگرپرست ہوں۔ تاکہ عرب ہی نہیں بلکہ پوری دنیا جسے ظلم و طغیانی اور بے انصافی نے ذبح کر ڈالا ہے؛ امن و سلامتی اور محبت و تباہی کا سامن یکہ دینا ہے رحمت بن جائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ایسے زمانہ میں جبکہ انبیاء عظیم اسلام کی آمد منقطع ہو چکی تھی۔ ان کی دعوت تحریف کے سبب علم میں قلت آگئی تھی۔ اور وقت کی حدیں گمراہی اور کجی سے جا ملی تھیں۔ آپ کا زمانہ قیامت اور اجل موعود کی قربت کا زمانہ ہے۔ آپ کی دعوت میں بجا طور پر وہ چلک اور رعنائی موجود ہے۔ جو اس امر کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ اب تک جتنی دعوتیں دینا کے جس جس گوشہ میں بلند ہوئیں۔ وہ میری ہی آواز تھی۔ وہ گویا

اجمال کی صمدت میں تھا۔ تربہاں تفصیل کی صورت، دعوت محمدیہ کا ایک ایک حرف اور ایک ایک پہلو بھار بھار کہہ رہا ہے۔ کہ دعوت الہیہ کی تحقیق کا مستند جو پورے اہل گیتی آپ کی دعوت میں ایک طرف انبیاء کرام علیہم السلام کے اصلی مقام کو واضح کیا گیا ہے۔ اور دوسری طرف پیدا شدہ تحریف کا طمس کر ڈیا گیا ہے۔ اور ہر زمانہ کے تنوع اور اس کے گونا گوں مسائل کا ممکن حل آپ کی دعوت میں موجود ہے۔ آپ کی دعوت کی ہمہ گیری اور آفاقیت تجربہ کے بعد ثابت ہو چکی ہے۔ کہ اب کسی دعوت کا ظہور ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی لئے آپ نبی آخر الزماں کہلائے آپ کے اعجاز نے بصارت سے محروم آنکھوں کو بصارت بخشی اور بعیرت سے محروم دل کو بعیرت و ہدایت عطا کی جماعت سے مبرا کا فوں کو سننا سکھایا، قرآن کریم کے سر تا پا اعجاز و جود اور اس کی آپ کے خاتم المرسلین ہونے پر گواہی نیز آپ کی سنت مملوہ کی جگہ اور ہر وقت آپ کے سید الانبیاء اور خاتم النبیین ہونے پر شہر عادل بنی۔ نثار آپ کی دعوت اور سنت کی روشنی میں آگے بڑھتا رہے گا اور سر و عنقا رہے گا۔

وہ راناٹے سہل، موٹے گل، ختم رسل جس نے غبار راہ کو بچھا فروغ دادی سینا۔  
بدی تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

ماکان محمد ابدا احدکم محمد صلی اللہ علیہ وسلم تہا سے  
درجا اکبر و لکن مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیکن اللہ کے رسول ہیں۔ اور سب  
النبیین « (غراب) نبیین کے ختم پر ہیں۔

یہ آیت کتنا صاف اعلان کرتی ہے۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نبوت کا اختتام رسالت کو خود بخود اپنے دامن میں لے کر لے گیا کہ تمام رسالت تمام نبوت سے زیادہ مختص اور بلند ہوا ہوتا ہے۔ اسی لئے اس بات میں کمی کا اختلاف نہیں۔ کہ۔

خدا رسولِ حق و ہر رسولِ نبی تو ہوتا ہے۔ مگر ہر نبی  
 دس کل نبی رسولی۔ رسول ہیں ہوتا۔ احادیث اس  
 باب میں خدا تو ازلیک جاسپنی ہیں۔ اس بلک شک دریب کرنے  
 والا منافق تو ہو سکتا ہے۔ یا کافر۔ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ  
 کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

انت منی بمنزلہٗ حاکموت علی ! تم میں اور مجھ میں وہ فرق  
من موصیٰ خیر انت لا ہے۔ جو موصیٰ اور ہارون میں تھا۔  
حق جہد ہے۔ ” گویہ کہ میرے بعد کوئی نئی نہ ہوگا۔

ایک دوسری حدیث جو حضرت امام احمد رضا رحمہ اللہ  
تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

قال النبي صلى الله عليه وسلم رسول الله صلى الله عليه وسلم  
مثلي في الدين كمثل فرياء كاذباً من يري مثالي  
رجل بنى داراً فأحسنها ثم جىءه كى فى ذات غيب  
وأحسنها وترك فيها عال من علق قير كره كرك  
موضع لبنته لم يضعها نيت كى لم يجرؤدى وك  
وعل الناس بعرفون مكان كود كىته اء التشت بدنان  
بالبنان ويصحبون منه ره جاتى بنى - اور كىتى كى.

وہمیر دونوں نے تمہارے موضوع کے اگے جگہ یہی قائم ہے جہاں تو  
حلاۃ اللبنة جانا فی البین مکان کی شان کچھ ہو رہی ہوگی  
موضوع تنک اللبنة ۱۰ تو میں انیہ کے نمبر میں اسی  
ایک آفری اور مکمل اینٹ کی جگہ ہوں۔

اس کے علاوہ کثیر احادیث متعدد راویوں کی ہیں۔ اور ان سب کا حاصل وہی ہے۔ جو رد احادیث کا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو رد خاتم المرسلین اور سید انبیاء تھا۔ اس لئے آپ کو تمام انہوں کی طرف مناسبت اور چرچا، ہدایت نہا کر بھی گیا۔ آفتاب ملک کی طرح آپ کی نبوت و رسالت کی شعلےیں اور فیض بخشیاں بھی ملک اور قوم اور رنگ و نسل کی حد بندیوں سے بلند ہیں۔ آفتاب کے نور سے عربی ہوں یا عجمی رنگ کی کچھ چینی کیساں بہرہ یاب ہوتے ہیں۔ اس میں کبھی اختلاف نہیں۔ اسی طرح مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے کہ اس بارگاہ میں بھی کافرا، جہنم اور احرار قریشی بیک صف نشستہ ہیں۔

مٹا دیا میرے ساتی نے عالم میں تو  
چلے جھکے لا الہ الا هو  
قرآن کریم اپنی معجزانہ جگہ آج بھی کے ساتھ لکھا ہے۔

یا ایدھا الناس اِف آپکو مجھے کہ اے (دینیہاں  
رسول! ظلمت کے گھیرنے والے لوگوں میں تم سب کی طرف  
الغری لہا ملک المسلمات اس اند کا بیجا ہو۔ (پیغمبر  
والاؤں۔ ۱۱  
ہوں جس کی بدوش ہی ہے۔ تمام  
اسماؤں اور زمین میں۔

وما ارسلناک الا کافتر اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے  
لئس لبشیراً و مذیراً واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے (ایمان  
ولکن اکثر الناس لا لانے پر ہماری رخصت و ثواب خوش  
چیلوں۔۔۔“  
غریب سنانے والے (ایمان نہ لانے  
پر ان کو کہتے غضب سے) ڈر لے دے۔ لیکن اکثر لوگ  
نہیں سمجھتے۔

تبارک الذی نزل العزقان بڑی عالی شان ذات ہے  
علی عبدہ لیکون للعالمین جس نے یہ نیکوئی کتاب اپنے  
قرآن۔۔۔“  
نبدہ خاص پر نازل فرمائی تاکہ وہ

خاص بندہ تمام دنیا جہان کے لئے ذریعہ الابرار۔ نبوت محمدیہ کا یہ  
اسی پہوسانے آنے کے بعد معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی  
صفت کی بنا پر صرف آغفر علی اللہ علیہ وسلم کو ہی ایک عالمگیر  
نبوت عطا فرمائی تھی۔۔۔ انبیاء سابقین علی بنیاد عظیم الصلوٰۃ و السلام  
اس سے بہرہ ور نہ تھے۔ قرآن کریم جس طرح صاف طور پر یہ اعلان  
کرتا ہے۔ کہ گزشتہ دعوتوں میں سے کوئی بھی دعوت ابدیت و  
آفاقیت۔۔۔ ہم کو نہ تھی۔ اسی طرح وہ یہ بھی واضح کرتا ہے۔ کہ  
نبوت محمدیہ عام ہے۔ اور وہ زمانہ و مکان کی دستبرد سے باہر ہے  
قرآن کریم کی اس آیت

لننذر قومًا مّا انذر سے اس آبدی اور عالمگیر پیغام  
آباد ہمس۔۔۔ کو عود و کرنا اپنے نکل و نظر سے

استہزاء کرنا ہے آپ کے متعلق یہ سوچنا کہ آپ صرف  
عرب ہی کو جگانے آئے تھے۔ تجربہ و مطالعہ کو مجرد کرنا ہے

اس لئے کہ قرآن صاف کہہ رہا ہے۔

تبارک الذی نزل فرقان جبکہ رسالت عربیہ کی شان یہ تھی  
علی عبدہ لیکون للعالمین کہ نہ وہ کسی خاص ماحولیت کے لئے  
نذیر و ماحولیت آخر کھم بھی کہ دوسری ماحولیتیں اس سے  
للعالمین ان ہوا لآذکر اعتراض کریں نہ وہ کسی زمانہ  
للعالمین۔۔۔“  
میں عود و کرنا ہے کہ دوسرے زمانہ میں

اس سے استفادہ محال ہو۔ لہذاوند تعالیٰ نے اس کی حفاظت  
اس کے تیار دوم کی دہر داری برہم راست خود ہی اعلیٰ فواید  
آیتا نحن نزلنا الذکر و اننا لحنی حفظون۔۔۔ لایب

اسلام اک نہ مٹنے والا دین اور بدلنے والا پیغام ہے۔ یہ  
قیامت تک اسی طرح رہے گا۔ جس طرح اپنے پھول کی صبح ادیں  
کو تقابح ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی  
یقیناً حکم ”علی سیم“ محبت فاتح عالم کا ایک دلنشین پیکر تھی۔ آپ کی  
پوری زندگی دین کی ظاہری و باطنی تشکیل اور عدل و مساوات پر  
اس کی بنیاد اٹھاتے گزری ہے۔ آپ کا ہر سرچشمہ ان نون کو رحمت  
درافت اور محبت کا درس دیتے گزرا آپ کے پیغام کو اگر پیغام  
نبوت کی بجائے پیغام رحمت کہہ دیا جائے تو بے شک درد بخ گوی  
نہ ہوگی۔ آپ کی حیات طیبہ کا کوئی گوشہ اٹھا کر دیکھئے۔ رحمت کا  
ایک بحر سماج مضرب ہے گا۔ آپ کے پیکر گرائی اور آپ  
کے ناطقہ معجزہ اور آپ کی نگاہ محبت میں نبوت کچھ اس طرح  
ساقی تھی کہ رحمت کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ ہم نہیں کہتے اس ذات  
کا مفید ہے۔ جو خالق و معلم سے کہ

وما ارسلناک الا نذیر للعالمین۔ آپ کی دعوت کا دہم آپ



پر ختم رسالت آپ پر اقام رحمت آپ کی امت پر رحمت اور اقام نعمت یہ وہ فضیلتیں ہیں جو صرف آپ ہی کے ساتھ خاص تھیں۔ باری تعالیٰ جل جلالہ نے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے آپ کی تائید و تصدیق کا مستحکم عہدے لیا تھا۔ ان کو آپ پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا تھا۔ لہذا اگر ہم تھارے درمیان محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کریں۔ قرآن کی تائید و نصرت تمہارے ذرائع میں داخل ہے۔ ارشاد ہوتا۔

وَإِذَا اخَذَ احَدُكُمُ مِّثَاقًا، اَوْ رَدَّهٖ وَفَتْحًا فَاِنْ كَانَ مِنْ اَلْبَنِيْنَ لَمَا اَنْتُمْ مِّنْ جُلُوْا مَّهْدِيًا، اَللّٰهُ تَعَالٰى سَمِعَ (حضرت) کتاب و حکمت شمر جا رہا۔ انبیاء سے کہ جو کچھ میں کتاب اور حکم رسول مصدق مآ علم (شریعت) دوں۔ اور پھر معکم لتؤمنن بہ وہ تمہارے پاس کوئی (اور) پیغمبر منصور نہ، قَالَ اُخَذَ رَقِمْ اَوْ سَبْعُ مِصَاقٍ ہ۔ اس علامت و اخذ تمہاری ذمہ داری کا جو تمہارے پاس ہے۔ تو تم قَالَا اَفَرَأٰی نَا فَا سَمِعْنَا مُرَدُّوْا اِسْرَافًا اِسْرَافًا (دل سے) اُخَذَ حٰثَا مَعَكُمْ مِّنَ الْمٰفِقِيْنَ ہ۔ اور اس کی طرف داری قَوْلًا قَوْلًا بَعْدَ ذٰلِكَ فَاذْكُرْکُمْ (یہ عہد بیان کر کے) حَمَّ الْفٰسِقُوْنَ۔ فرمایا کہ آیا تم نے اقرار کیا اور اس

(مضمون پر میرا عہد) اور حکم قبول کیا۔ وہ بوسے ہم نے اقرار کیا۔ اور فرمایا تو گواہ رہنا اور میں (مجھ) اس پر چہ ہے ساتھ لگا ہوں میں سے ہوں سو جو شخص (امیتوں میں سے) روگردانی کرے گا۔ (اس عہد سے) بعد اس کے تو ایسے ہی لوگ (پوری) بے علمی کو نوازے گئے۔ باری تعالیٰ نے عظیم السلام سے عہد لیا تھا۔ کہ رسالت و نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق و تائید کریں۔ اور ان

پر ایمان لائیں۔ یہ عہد خود بخود ان تمام انبیاء کو ام عظیم السلام کے ماننے والوں پر بھی جاری ہو جاتا ہے۔ ان کا فرض کہ وہ رسالت محمدیہ پر ایمان لائیں۔ ان کی نبوت کی تصدیق کریں۔ اور انہیں کے پریم زین کے نیچے آجائیں۔ اور اگر ایسا نہ کریں۔ قرآن کی نافرمانی اور کفر پیشگی میں کیا شبہ رہ جاتا ہے۔ بس نے کہ یہ نبوت محمدیہ کی تکذیب نہیں بلکہ براہ راست تمام انبیاء علیہ السلام کی تکذیب ہے۔ اسی طرح وہ تمام سلسلہ دعوت کو جھوٹا گردانتے ہیں اپنے اپنے نچ پر اپنی خود ہمت کے مطابق ایمان لائے رہنا بالکل کافی نہیں ہوگا۔ حالانکہ نبوت محمدیہ کا فائدہ ان کے قانون تک پہنچ چکا ہے۔ اس لئے کہ ان الذین عند اللہ الاسلام بلاشبہ دین (حق اور مقبول) اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔ ومن یتبع غیر الاسلام حینما ھلک بقتل منہ ھو فی الکفر من الکافرین اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا۔ تو وہ (دین) اس سے مقبول نہ ہوگا۔ اور وہ آخرت میں سبب کاروں میں سے ہوگا۔ اس عظیم بار کو اٹھانے کے لئے باری تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فضا بنامہ کی گود میں پالا۔ آپ کے لئے تادیب بہترین تادیب تھی آپ کی فطرت میں سکام اخلاق اور خیر مرکوز کئے گئے۔ شیطان سے آپ کی کل حفاظت کا کئی۔ اور آپ کو سزا یا عطف و علم اور رحمت بنا دیا گیا۔ آپ کی سبب بالکل ایسی ہی تھی جسے قرآن میں ہے۔

ھَدٰی جَاہِلٌ مِّنَ الْاَنْفٰمِ عَزِیْزٌ عَلٰی مَا عٰتَقَ حٰرِلٰہِمْ عَلٰیکُمُ بِالْمُؤْمِنِیْنَ وَفَعَلَ رَحِیْمٌ رَّحِیْمٌ۔ اے لوگو تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہارے جی (بشر) سے نبی۔ جو تمہارے کائنات کی بات گراں گذارتے ہیں جو تمہاری سخت کبوترے خوشنہد رہتے ہیں (ایہ حالت تو کبے سابقہ بالعموم ایمان والوں کی حالت ہے جس میں تاد مہربان ہیں۔)

(ترجمہ سلف و آج)

# مسئلہ زکوٰۃ اور دینی مدارس

از قلم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مفتی دارالافتاء و اعلیٰٰ معلوٰ حقاہیہ، اگروڈھٹک،  
مصافحہ زکوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ کے بارے میں یہ ایک علمی تحقیق ہے۔ جواہل  
علم کے غور و غوض کی خاطر شائع کی جاتی ہے۔ مولانا مفتی محمد یوسف صاحب نے اپنے علم و فہم  
کے مطابق جو کچھ سمجھا ہے اسے اس مضمون کی شکل میں مرتب فرمایا ہے۔ بعض صورتیں ایسی  
ہیں جن میں موجودہ زمانہ کے حالات و ضروریات کی بنا پر "اجتہاد" کی ضرورت پیش آتی ہے  
لہذا "اجتہاد" سے کام لینا پڑا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے اجتہادی مسائل کی بحث و تحقیق  
میں اختلاف رائے کی گنجائش ہوتی ہے۔ لہذا اس مضمون کو پڑھنے کے بعد اگلا اہل  
علم میں سے کسی بزرگی کو حکمی جز سے اختلاف ہوتا اعتراض کی بجائے بلکہ یہ ہوگا  
کہ وہ دلائل و براہین کے ساتھ علمی تنقید فرماویں۔ اور اگر حضرات علمائے کرام نے توجہ  
فرمائی تو اس قسم کے علمی مضامین سے یہ مسائل خراب اچھی طرح منقطع اور واضح ہو جائیں گے  
اور زکوٰۃ ادا کرنے والے مسلمانوں کے لئے گنجی ختم کے شک و شبہ کا موقع  
باقی نہیں رہے گا۔

(مستحب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا ہے۔ اور نہ ان کی حالت کو کمزور ہونے دیا ہے۔ یہ ان  
ہی کی خدمات کا نتیجہ ہے۔ کہ آج اس دورِ پرفتن میں بھی دینی  
مدارس اور علمی درس گاہیں ملک میں ترقی کی راہ پر لاہرن ہیں۔  
اور قوم میں اسلام پسند طبقہ اپنے مقدس دین اور مذہب  
سے واقف اور اس سے قرب تر ہوتا جا رہا ہے۔  
آج صرف مرکزی شہروں میں نہیں بلکہ شہر شہر اور  
گاؤں گاؤں مذہبی تعلیم کے لئے دینی اداروں کے قیام کا ختم  
ترقی پذیر ہوتا جا رہا ہے جس سے انشاء اللہ تعالیٰ قوم کی

جب سے پاکستان میں مذہبی اداروں اور دینی درس  
گاہوں کے قیام کا سلسلہ شروع ہوا ہے اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل  
و کرم ہے۔ کہ قوم کے دین پسند اور مذہب پرور اور علم دوست  
حضرات نے دینی درس گاہوں کو اپنی خصوصی توجہات کا مرکز بنایا  
ہوا ہے۔ ملک کی عام اقتصاد اور معاشی حالت کی خرابی  
کے باوجود قوم نے اپنے ان مقدس دینی مراکز کی خدمات  
انجام دینے میں کبھی دقت بھی قربانیوں سے کبھی قسم کا دریغ نہیں

حس بیدار ہو کر مذہب سے وابستگی اور بھی مضبوط اور مستحکم ہو جائے گی۔ ہمیں بارگاہِ اہل سے قوی امید ہے کہ عنقریب وہ وقت آئے گا۔ جس میں ہزار مساجدوں کے باوجود بھی اسلام کا بول بالا اور دین اسلام قائم ادیان پر غالب ہو کر رہے گا۔ **وہ کہہ الجہ مومن**

لیکن اس کے ساتھ یہ چیز بھی کچھ کم قابلِ افہام نہیں ہے کہ قوم کے ایسے جان نثاروں کو توجہات کو دینی جماعتوں اور مذہبی اداروں سے ہٹانے میں سب سے زیادہ پیش پیش وہی حضرات ہیں۔ جو فطری طور پر ان دینی اداروں اور مذہبی درسگاہوں سے وابستہ اور علمی نسبت کے لحاظ سے مربوط نظر آ رہے ہیں۔ اسی سلسلہ میں اپنی مطلب برآری کے لئے یہ حضرات مختلف طریقوں سے نیک دل مگر کم علم دینی جماعتوں اور مذہبی اداروں کے مجدد و اصحاب کے دلوں میں یہ دوسرے ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ مذہبی ادارے اور علمی درسگاہیں جو دینی جماعتوں کی سرپرستی میں چل رہے ہیں یہ اتفاقاً فی سبیل اللہ کے لئے سرے سے معرف ہی نہیں یا اگر معرف ہیں بھی تو بہترین معرف نہیں ہیں بعض دافعی حضرات تو یہاں تک کہ جاتے ہیں کہ دینی اداروں کے سفراء کے پاس جب چاہیں روپیہ کی رقم جمع ہو جاتی ہے۔ تو پھر ان کو مزید رقم زکوٰۃ وصول کرنے کا حق ہی نہیں ہے۔ اسی طرح اہتمام کے پاس بھی خزانے میں سبب چاہیں سے زائد رقم محفوظ ہو تو وہ بھی مزید رقم زکوٰۃ وصول کرنے کا شرعاً مجاز نہیں ہے۔ اس قسم کے سوالات بکثرت دارالافتاء میں موصول ہوتے رہتے ہیں۔ جن سے یہ معلوم کرنا کچھ بھی مشکل نہیں کہ دینی جماعتوں اور مذہبی درسگاہوں کی راہ میں کتنی رکاوٹیں ڈالی

جاری ہیں۔

**ڈارالافتاء دارالعلوم حقانیہ سے اگرچہ شخصی طور پر اس قسم کے سوالات کے جوابات برابر دیئے جاتے رہے ہیں۔ تاہم ضروری اور زیادہ مفید یہ معلوم ہوا کہ مستقل طور پر اس مسئلہ کی مختصر تحقیق بھی دارالافتاء کی طرف سے شائع کر دی جائے تاکہ عام حضرات بھی مسئلہ کی حقیقت سے واقف ہو سکیں۔ اس کے علاوہ اس تحقیق اور مسئلہ کی اشاعت میں یہ چیز بھی ہمارے پیش نظر ہے۔ کہ اس کو اہل علم حضرات تنقیدی نگاہ سے دیکھیں اور اپنے مفید اور نیتی مشوروں سے کتاب وسنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں ڈارالافتاء کو نوازیں اقامت لگائے ان کے مشوروں پر عمل کرنے میں کوتاہی نہیں کی جائے گی۔ اب ذیل میں چند چیزیں بصورتِ تہدید پیش کی جاتی ہیں۔ تاکہ اس مسئلہ سمجھنے میں مزید دقت نہ رہے۔**

**علم دین ہی سے اسلام کی حفاظت ہو سکتی ہے**

(۱) کئی باشندگان اور اسلام سے باخبر آدمی سے یہ حقیقت شاید پوشیدہ نہ ہوگی۔ کہ اسلام کی حفاظت ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے۔ جو روزِ ازل سے مسلمانوں کے اہم ترین فرائض میں شمار کیا گیا ہے۔ جو لوگ محض الحواس اور گم کردہ راہ نہیں ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اسلام کی حفاظت اور بقا اس کا استحکام دارالافتاء عقائد اور اعمال کی درستگی اخلاق اور عادات کی پاکیزگی۔ قلوب و نفوس کا تزکیہ یہ سب چیزیں اگر ممکن ہو سکتی ہیں۔ تو صرف اس وقت ممکن ہو سکتی ہیں کہ اسلام کے احکام سے واقفیت



خواہ اور عظیم المرتبت شخصیتوں اور ہستیوں کی قبریں ثبت ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ دنیا اور آخرت دونوں میں نجات اور کامیابی کی کلید، خدائی ہدایت نامے پر مضبوط ایمان اور حکم عزم عمل ہے۔ جو ہر قسم کی تاریکیوں میں روشنی کا کام دیتا ہے اور ہر قسم کی گمراہیوں سے بچانے کے لئے سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:-

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ  
يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ اتَّبَعَ نُورَهُ  
وَالضُّلُمَاتُ مِمَّا ظَلَمْتُ إِلَى النُّورِ  
بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ اللَّهُ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا

ترجمہ :- ”لوگو! اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس ایک روشنی اور روشن کتاب (ہدایت نامہ اور ضابطہ حیات) آچکی ہے، جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو (دنیا و آخرت میں) سلامتی کی راہ دکھاتا ہے۔ جو رضا و الہی کے طالب ہوں۔ ان ہی کو روزِ عظیم، مصیبت کے تاریک اندھروں سے نکال کر اپنی مشیت سے (ایمان، عدل، طاعت کا) نور عطا فرما کر سیدھی راہ پر لگا دیتا ہے۔ اس آیت قرآنی کی روشنی میں عدالت الہی کا آخری اور قطعی فیصلہ یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ گمراہی اور تباہی کی تاریکی اور پرخطر وادیوں میں جھٹکتی ہوئی دنیا کو راہِ راست پر لانے اور شخصیت کے مہلک نتائج سے بچانے کے لئے، اگر کوئی تدبیر کارگر اور تجویز معین ہو سکتی ہے۔ تو وہ صرف یہی ہے۔ کہ عقلی علی الدلیل و سلم کے لئے جوئے ہدایت نامے کو قائم شبہ ہائے زندگی میں اپنے لئے مشعل راہ بنایا جائے اس کے قوانین اور احکام پر مبنی نظامِ زندگی کو عملاً قائم کیا جائے اس

بھی حاصل ہو اور اس کی تعلیمات کی زیادہ سے زیادہ اشاعت بھی ہو۔ اس کے بغیر یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے گا۔ اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ جہالت سے معاشرے میں پیدا شدہ خرابیاں اگر کبھی دور ہوئی ہیں۔ تو مذہبی تعلیم ہی سے دور ہوئی ہیں۔ اسی طرح آئندہ بھی اگر کبھی دور ہوں گی۔ تو مذہبی تعلیم ہی سے دور ہوں گی۔ دوسری قسم کی تعلیمات اس بارے میں بالکل صغر ثبوت ہوئی ہیں۔ بلکہ اگر یہ لکھا جائے کہ غیر مذہبی تعلیمات ہی سے معاشرے میں بد اخلاقیات پھیلی اور پھیلانی ہوئی ہیں۔ تو شاید بے جا نہ ہوگا

## ایک غیر اسلامی خیال

(۳) دنیا کی اکثریت نے معریت اور دہریت سے مغلوب ہو کر اگرچہ مفید کرلیا ہے۔ کہ یورپین تہذیب کی ”نقائص“ میں تمام تر قیوں کا دراز پنہاں اور مغربی پیشواؤں کی پیروی میں ہر قسم کی کامیابی معجز ہے۔ یا دہریت اور لادینی کی زندگی ایک روشن زندگی ہے۔ اور مذہبی بندشیں منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لئے قریب تر راستہ نہیں ہیں۔ مگر اس قسم کے خیالات مبنی بر حقیقت یقیناً نہیں ہیں یہ صرف ہمارے سستی اور غیر اسلامی خیالات اور رجحانات کی پیداوار ہیں۔ جو بدقسمتی سے مغربی آقاؤں کی طویل اراقت کی بدولت بد نصیب مسلمانوں کو دراشت میں ملے ہیں۔ اور مسلمانوں ہی کے اراقت کی بدولت بدولت بد نصیب مسلمانوں کو دراشت میں ملے ہیں۔ اور مسلمانوں ہی کے بعض افراد اس قسم کے خیالات اور رجحانات کی اشاعت کو زندگی کا بہترین مشغلہ اور ذریعہ انسانی کی عظیم ترین خدمت سمجھے ہوئے ہیں۔ درنہ روزِ ازل ہی سے عدالت الہیہ میں جو فیصلہ کیا جا چکا ہے۔ اور جس پر نوع انسانی کے بہترین خیر

مقصد میں جلد از جلد کامیابی سے ہم کنار ہوں۔ آمین۔

## دینی مدارس کی تاسیس

۱۔ اسلام میں دینی مدارس کی تاسیس کوئی نئی چیز نہیں

ہے۔ نہ اس کی اہمیت دین میں ثانوی درجہ پر رکھی گئی ہے۔ بلکہ اسلام کی ابتدائی نشاۃ ثانیہ سے درس و تدریس اور اس کے نئے مراکز کے قیام کی اہمیت داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر ہی ہے۔ جو لوگ اسلام کی تاریخ سے واقفیت رکھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ عہد نبوی کے ہر دور میں حضورؐ نے تعلیم کی طرف خصوصی توجہ فرمائی ہے بالخصوص مدنی دور کے ابتدا میں تو خود حضورؐ ہی نے کتاب و سنت کی تعلیم کے لئے مسجد نبویؐ ہی میں ایک دینی مرکز قائم کیا تھا۔ جو حصّۃ کے نام سے موسوم اور جس کے مصروف تعلیم طلبہ اور فارغ التحصیل فضلا اہل صحابہ حصّۃ کے نام سے مشہور ہیں۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین) یہاں سے دینی مدارس کی تاسیس شروع ہوئی۔ کتاب و سنت کی تعلیم اور درس و تدریس کا آغاز ہوا۔ علوم دینی کی اشاعت کی بنیاد رکھی گئی۔ پھر دوسرے صحابہ میں اس نے غیر معمولی ترقی کر لی۔ تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں اس میں مزید توسیع کی گئی۔ ملک میں مختلف مقامات پر متعدد شہروں میں درس و تدریس کے نئے دینی مراکز اور مذہبی درسگاہیں قائم ہوئیں۔ جن سے مختلف مکاتیب نکلنے لگے بڑے بڑے ائمہ اور مجتہدین رحمہم اللہ نکلے۔ متعدد ممالک میں تدوین فقہ اور احادیث کا کام شروع ہوا۔ آج دین اسلام جو بہت سے فتویٰ کے درمیان سے محفوظ نکل کر اپنی اصلی شکل اور صورت میں ہم تک پہنچا ہے۔ یہ ان اکابرین دین اور آئمہ مذہب اور

کے غیرتہ انان راہ حق کو پاسکتا ہے۔ نہ اس قانون اور کتاب الہی سے منہ موڑ کر کجی دوسرے کی پیروی اور اتباع میں غمات ملن ہے۔ بلکہ اس کے بنائے ہوئے مراط مستقیم سے ہٹ کر منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے راستہ ہی مل سکتا ہی حال ہے۔ یہ وہ روشنی اور نور ہدایت ہے جس نے ایک وفد جب کہ وہ اپنی اصلی شکل اور رنگ و روپ میں قائم تھا دنیا سے جہالت ظلم و عدوان بغاوت کا فائدہ کر کے اپنے عادوانہ نظام حکومت اور حکیمانہ فیصلات کے ذریعہ زمین کو بنی نوع انسان کے لئے ایک جنت اور آرام گاہ بنالیا تھا۔ اور یہ وہ مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جس کے اہل قوانین کو اگر دنیا پر سے اپنے لئے مثل راہ بنائے اور اس کے بنائے ہوئے مراط مستقیم پر چلنے کا عزم لے کر آئے تو وہ دن وہ نہیں جیکہ ہدی زمین پر از سر نو غرقِ خدا کے لئے آرام گاہ بن کر رہے گی۔ اور یقینی اکاملاً سلام جہانہ علی الارض۔ کا دور پھر عود کر کے آئے گا۔

## (مگر ہو گا یہ کب؟)

۲۔ اگر یہ سب کچھ آس وقت ہو سکتا ہے۔ جیکہ قوم کو غمہ بی تعلیم سے روشناس کرانے کا مکمل انتظام ہو۔ کتاب و سنت سے ماخوذ علوم کی درس و تدریس ہو۔ دینی اداروں اور مذہبی درسگاہوں نیز اسلام کے لئے مذمت کرنے والی جاعتوں کی طرف عام دھم کی خصوصی توجہات ہوں۔ بعد ازاں اسی مقصد کے لئے ملک میں چند گئے نچے ادارے تمام مدارس دینیہ قائم کئے گئے ہیں۔ جو ایسے مخلص عالی ہمت حضرات کی سرپرستی میں چل رہے ہیں جن کے جذبہ ایمانی اور پُر خلوص عمل کا لازمی تقاضا ہی ہے۔ کہ وہ اپنے اس اہم ترین

شہدین اسلام ہی کی کاوشوں اور محنتوں کا نتیجہ ہے۔  
 حَبْرًا هُمْ اَعْدَاءُ عَنِ سَابِئِ الْمُسْلِمِينَ خَيْرُ الْجَزَارِ  
 آج کے دینی مدارس اسی سلسلے کی چند کڑیاں ہیں جو  
 اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل کر کام کرنے کا عزم کر چکے ہیں۔  
 خدا کرے کہ اس کے نتیجے میں بھی وہی کچھ ٹھہریں آجائے جو مسلمانوں  
 کی محنتوں کے نتیجے میں ظاہر ہو چکے ہیں۔ (امین)

چونکہ دنیائے اسلام کے تمام دینی اداروں اور ان  
 سے تعلق رکھنے والے تمام اہل علم کے پیشوا اور مقتدا اسلام  
 کا اولین دینی مرکز ”صفہ“ اور اس کے فارغ التحصیل  
 فضلا ”اصحاب صفہ“ کی اس لئے مناسب  
 معلوم ہوتا ہے کہ ذیل کی سطروں میں ان کے مختصر حالات تحریر  
 کئے جہائیں تاکہ آج کے دینی مدارس اور ان کے معروفت  
 تعلیم طلبہ اور فارغ التحصیل فضلا کے ساتھ مسلمانوں کے تعلق کی  
 صحیح نوعیت معلوم ہو سکے۔

## اصحاب صفہ

(۵)۔۔۔ اصحاب صفہ کون تھے۔ کیا کام کرتے تھے۔

ان کی حالت کیا تھی۔ اللہ کی طرف سے ان کے بارے میں مسلمانوں  
 کو کیا احکامات ملے تھے۔؟ ان تمام سوالوں کے جوابات مختصراً  
 سطور مندرجہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

اصحاب صفہؓ دنیائے اسلام کی سب

سے بڑی اور اعلیٰ روحانی تربیت گاہ اور بہترین مرکز علمی  
 ”صفہ“ کے تین چار سو معروفت تعلیم طلبہ اور سند یافتہ فضلا  
 تھے جو خود سید الکونین معلم الثقلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے براہ راست شاگرد رشید اور آپ ہی سے کتاب

کے لئے حاضر تھے۔  
 گویا یہ صرف علوم دینیہ کے طالب علم ہی نہ تھے۔ بلکہ  
 دینی رضا کاروں کا ایک حلقہ بھی تھا۔ جس ہم پر حضورؐ چاہتے  
 انہیں بھیج دیتے تھے۔ اور جب مدینہ سے باہر کوئی کام نہ ہوتا۔  
 اس وقت یہ مدینہ ہی میں رہ کر علم دین حاصل کر کے دوسرے  
 بندگانِ خدا کو اسی تعلیم دیتے رہتے تھے۔ چونکہ یہ حضرات  
 علوم دینیہ اور دوسری قسم کی دینی خدمات کے لئے پورا وقت دینے  
 والے ملائی تھے۔ اس لئے عام مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے توجہ  
 دلائی کہ خاص طور پر ان کی مدد کی جائے۔ ان کی مدد کرنا اتفاقاً فی  
 سبیل اللہ کا بہترین ذریعہ ہے۔ جن الفاظ قرآنی میں عام مسلمانوں  
 سے ان کی امداد کے لئے اپیل کی گئی ہے۔ وہ درج ذیل ہیں:-

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ احْصَوْا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ  
 لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ عِيسٰىمَ الْجَاهِلِ  
 اغْنِيَا عَنْ التَّعْفِفِ تَعْرِفُهُمْ جِمْهًا لَا يَسْاَلُونَ  
 النَّاسَ الْاِخَانًا وَمَا تَتَّقُوا مِنْ خَيْرِ اَنْ اَنْ اللّٰهُ بِهِ عَلِيمٌ  
 (البقرہ)

خاص طور پر مدد کے مستحق وہ تنگ دست لوگ (اصحاب  
 صفہؓ) ہیں جو (علم دین اور جہاد کے لئے) راہِ خدا میں  
 ایسے رُکے ہوئے ہیں کہ اپنی ذاتی کسب معاش کے لئے زمین

مگر الفاظ عام ہیں۔ اس بنا پر اس کے علوم میں تمام وہی لوگ داخل ہوں گے۔ جو علوم دینیہ کی تحصیل میں مشغول اور مصروف ہوں۔ متاخرین میں سے حکیم الامتہ حضرت مولانا عتاقوی رحمہ کی رائے یہ ہے۔ اور اسی خیال کو حضرت مولانا شبیر احمد صاحب مرحوم نے بھی اس آیت کے تحت ظاہر فرمایا ہے۔  
 کوئی زمانہ اس آیت کو یہ کام صدق سب سے زیادہ وہی لوگ ہیں۔ جو علوم دینیہ کی تحصیل و اشاعت میں مشغول ہیں۔ آج بھی جو کوئی حفظ قرآن یا علم دین میں مشغول ہو۔ تو لوگوں پر لازم ہے کہ ان کی مدد کریں۔

## ایک حدیث

اس صفحہ کی ایک حدیث اور بھی نقل کی جاتی ہے۔ جو بارگاہ رسالت سے علم دین کے عام طلبہ کے ساتھ امداد اور بہلائی کے بارے میں ارشاد فرمائی گئی ہے۔ تاکہ مسند اچھی طرح واضح ہو کر سامنے آئے۔

عن اب سعید بن الخضری قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الناس لکم تبع وان رجلا لایا لکم من اقتلوا لافق یتفقون فی الدین فاذا افرقتم فاقسموا  
 بھم خیرا۔ رواہ الترمذی ج ۲ ص ۵۹

امام ترمذی نے ابو سعید خدری سے ایک روایت نقل کی ہے۔ جس میں وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضور نے ایک دفعہ صحابہ کو مخاطب کیا کہ فرمایا۔ (تم دین میں امت کے پیشوا اور) وہ آپ کے پیرو ہیں۔) زمین کے مختلف اطراف سے لوگ بکثرت تمہارے پاس علم دین سیکھنے کی غرض سے آتے

ہیں کوئی دوسرا صحابہ نہیں کر سکتے ان کی خود دہائی دیکھ کر نادم ہو کر کہتا ہے۔ کہ یہ غنی اور خوشحال ہیں۔ تم ان کے چہروں سے ان کی اندرونی حالت پہچان سکتے ہو۔ مگر وہ ایسے لوگ نہیں کہ لوگوں کے پیچھے پڑ کر کچھ مانگیں۔ ان کی اعانت میں جو کچھ تم مانی فرج کر دے گے وہ اللہ تعالیٰ سے پرشیدہ ہیں۔

عبداللہ ابن عباسؓ اور محمد بن کعب قرظی سے اس آیت کو یہ تفسیر میں جو کچھ منقول ہے۔ اس کی رو سے آیت کا مصداق ”صحابہ صفہ“ ہیں۔ علامہ سید اسحاق صفی اور دوسرے بہت سے آئمہ تفسیر نے اس کی تفسیر کی ہے کہ آیت کا مصداق اصحاب صفہ ہی ہیں۔ طوالت سے بچتے ہوئے صرف روح المعانی کا ایک حوالہ درج کیا جا رہا ہے۔

وہم اهل الصفہ، قال ابن عباسؓ  
 و محمد بن کعب القرظیؓ کاذا نغوا من ثلثائتہ  
 و زید و منفقون من فقراء المهاجرین  
 یتکون سفیفۃ المسجد یتغفرون اذ قاتلکم  
 بالعلم و الجہاد و کاذا نغیر جون فی کل موعیتہ  
 یتبعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

انتہی ج ۳ ص ۵۹۔ یہ لوگ ابن عباسؓ اور محمد بن کعب کے قول کے مطابق اہل صفہ ہی ہیں۔ جو کبھی بیچ کے ساتھ تزییناً تین سو فقراء مہاجرین تھے اور مسجد نبوی کے ایک چبوترے میں وہ کر اپنے سارے اوقات کو خدمت جہاد اور علم دین حاصل کرنے کے لئے وقف کئے ہوئے تھے۔ کبھی ہم پر سب سر یہ کہ حضورؐ بھی دیتے ہیں لوگ اس میں شامل ہو کر جہاد کے لئے جاتے تھے۔

آیت کو یہ لائنوں اگرچہ اہل صفہ ہی میں تھا ہے۔

## زکوٰۃ اور دینی مدارس

کیا دینی مدارس اور مذہبی اداروں کے سفراء کے پاس جب مقدار نصاب کی رقم جمع ہو جائے تو پھر ان کو مزید رقم زکوٰۃ وصول کرنے کا حق شرعاً ہے یا نہیں ؟

اسی طرح ہمتین مدارس کے پاس خزانے میں بھی جب مقدار نصاب کی رقم محفوظ ہو تو وہ مزید رقم زکوٰۃ لے سکتے ہیں یا نہیں ؟

بعض علماء کا خیال ہے کہ مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں مزید رقم زکوٰۃ لینا کبھی کے لئے بھی جائز نہیں ہے۔ استدلال میں یہ پیش کرتے ہیں کہ سفراء اور ہمتین فقراء طلبہ کے دیکھیں ہیں۔ ان کا مقصد درحقیقت فقراء طلبہ کا مقیم ہے۔ اور کبھی فقیر کو جب مقدار نصاب کی رقم مل جائے تو اس پر غنی بننے کی وجہ سے وہ مزید رقم زکوٰۃ لینے کا شرعاً مجاز نہیں ہے۔ لہذا سفراء اور ہمتین کے پاس بھی جب یہ رقم جمع ہو تو ان کو بھی زکوٰۃ وصول کرنے کا حق شرعاً نہ ہوگا اس خیال اور استدلال دونوں پر روشنی ڈالی جائے کہ یہ کہاں تک صحیح ہیں ؟

**الجواب :-** ہمارے نزدیک دینی مدارس کے سفراء یا ہمتین، خواہ ان کے پاس کروڑوں روپے جمع کیوں نہ ہوں ہر حالت میں اس غرض سے رقم زکوٰۃ لے سکتے ہیں کہ ان کو فقراء طلبہ یا کارکنوں پر جائز طریقے سے خرچ کیا جائے۔ یہی حکم تمام ان دینی جماعتوں اور تنظیموں کا ہے جو دین اسلام کی خدمت کے لئے قائم ہوئی ہوں۔

۲۔ جس دلیل کی بنا پر بعض علماء نے اپنا خیال اس کے برخلاف ظاہر کیا ہے۔ وہ خیال بھی جہاں سے نزدیکی صحیح نہیں ہے۔ اور استدلال بھی درست نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں ہے

رہیں گے۔ جب وہ آپ کے پاس آئیں تو میں تم کو ان کے ساتھ عبدائی کی وصیت کرتا ہوں۔ تم میری وصیت پر عمل کر کے ان کے ساتھ عبدائی کرتے رہنا۔ (ترمذی ج ۳ ص ۹۹) باب ما جھل فی الاستیصام بعین مطلق العلم۔

مذہب بالا حکم قرآنی کا مشاعر اور مفہوم کو اگر حضور کے اس ارشاد کی روشنی میں دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی اپنی ہی مخصوص جگہ اور خاص وقت اور زمانے کے لئے مخصوص نہیں تھی بلکہ قیامت پر زمانے میں ہر اس جگہ کے لئے عام ہے۔ جو احباب صفہ کی طرح علم دین حاصل کرنے میں مشغول اور مصروف ہوں۔

## مذکورہ بالا تصریحات کا ماحصل

قرآن و حدیث کے اس متفقہ فیض سے نیز مذہب بالا تصریحات سے بآسانی اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک علوم دینیہ میں مشغول طلبہ اور اہل علم کا مقام کیا ہے۔ نیز دینی مدارس اور ان کے معروف تعلیم طلبہ کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات کی صحیح نوعیت کیا ہونی چاہیے اسی طرح اس میں بھی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں رہتی کہ دینی مدارس کے طلبہ انفاق کا بہترین معرف ہیں یا نہیں ہیں۔ ان چند تنہیدی باتوں کو ذہن نشین کرنے کے بعد ذیل میں وہ سوانح درج کیا جاتا ہے۔ جن میں چند وہ سوالات ذکر کئے گئے ہیں جو دارالعلوم حقانیہ کے دارالافتاء میں وقتاً فوقتاً اس مسئلہ کے ساتھ متعلقہ امور کے بارے میں موصول ہوتے رہتے ہیں۔ اور جن کے اکثر جوابات بھی دیئے جا چکے ہیں۔

## سوالنامہ قسط دوم

لینے سے مانع نہیں ہے۔ کیونکہ فی الحقیقت یہ سب جمع کیا ہوا مال زکوٰۃ مالداروں کی ملک ہے۔ جو ادارے کے خزانے میں صرف اس غرض کے لئے جمع کیا گیا ہے۔ کہ طلبہ علوم دینیہ پر بطور تعلیم صحیح طریقہ پر خرچ کیا جائے۔ ایسی حالت میں ان کے پاس جتنی بھی رقم جمع ہو جائیں۔ مندرجہ ذیل مسئلہ کی رو سے مزید رقم زکوٰۃ لینے میں مانع نہیں ہیں۔

### مسئلہ

رقم دفعوا الزکوٰۃ الی من یجمعہا لفقیر  
فاجتمع عندہ اکثر من مائتین خان کان  
(الخذ) جمعہ لہ بامرہ قال کل من دفع  
قبل ان یبلغ مائتی سید الجابی (امی الخذ) مائتین  
جاءت زکوٰۃ ومن دفع بعد ذلک لا تجوز فان  
کان بغیر امرہ (امی الفقیر) جازا کل مائتین  
لان فی الأصل هو وکیل من الفقیر فاجتمع  
عندہ یدلکہ فی الثانی وکیل الدافعین  
فما اجتمع عندہ ملککم فتح القدر ج ۲ ص ۱۵۲  
ترجمہ: اور کبھی رقم نے ایک شخص کے پاس مال  
زکوٰۃ اس غرض کے لئے جمع کر دیا کہ فقراء پر خرچ کیا جائے اس  
مرح اس شخص کے پاس مقدار نصاب سے زیادہ رقم جمع ہو گئی۔ تو  
علامہ یہ کہتے ہیں۔ کہ اگر اس نے یہ مال زکوٰۃ فقر کے امر سے جمع کر لیا  
ہو۔ تب تو زکوٰۃ صرف ان لوگوں کی ہو جائے گی۔ جنہوں نے  
اپنا مال زکوٰۃ اس کو ایسی حالت میں دیا ہو کہ اسی اس کے پاس  
مقدار نصاب کی رقم جمع نہ ہوئی ہو۔ اس کے بعد کی دی ہوئی زکوٰۃ  
درست نہ ہوگی۔ لیکن اگر اس شخص نے یہ مال امر فقر کے بغیر  
جمع کیا ہو۔ تو سب کی زکوٰۃ درست ہوگی خواہ مقدار نصاب تک

کہ فقرہ منفی کی رو سے وکیل فقر کا قبضہ خود فقر کا قبضہ شمار کیا گیا  
ہے۔ اسی طرح فقر خود یا اس کا وکیل جب غنی بن جائے تو پھر وہ  
شرعاً مزید رقم زکوٰۃ نہیں لے سکتا ہے۔ لیکن دینی اداروں کے سفراء  
اور منتظمین پر یہ علم اس وقت منطبق ہو جاتا کہ یہ لوگ یا فقراء  
طلبہ وکیل ہوتے یا ادب اب الاموال ان کو اس خیال سے زکوٰۃ  
دے دیتے کہ یہ خود زکوٰۃ کا معرفت اور مستحق ہیں۔ مگر یہاں یہ  
دونوں چیزیں موجود نہیں ہیں۔ نہ سفراء و منتظمین، طلبہ کے وکیل  
ہیں۔ نہ ادب اب الاموال ان کو اس خیال سے زکوٰۃ دے  
دیتے ہیں۔ کہ یہ خود زکوٰۃ کے مستحق اور معرفت ہیں۔ وکیل اس  
لئے نہیں ہیں۔ کہ طلبہ کی جانب سے مدارس کے کارکنوں اور  
منتظمین کو اموال زکوٰۃ قبض کرنے کا امر نہیں ہے۔ اور نہ ان  
کا تقرر اس کام کے لئے طلبہ کی جانب سے عمل میں لایا گیا ہے۔  
اور امر کے بغیر تو کیں نہیں متفق ہو سکتی ہے۔ چنانچہ فتح القدیر  
کے آئندہ ایک حوالہ سے یہ ثابت ہو جائے گا۔

ایک طرح مالدار لوگ جب ان کو مال زکوٰۃ دیتے ہیں۔  
تو یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ ان کے پیش نظر یہ امر قطعاً  
ہمیشہ ہوتا ہے کہ یہ سفراء خود معرفت زکوٰۃ ہیں۔ بلکہ امر واقعی  
کی حیثیت سے حقیقت یہ ہے کہ ان سفراء کو مال داروں کی  
اپنا مال زکوٰۃ صرف اس غرض سے دیتے ہیں۔ کہ ان کی وساطت  
سے رقم زکوٰۃ ادارے کے بیت المال میں جمع ہو کر ادارے  
کے فادار طلبہ پر یا دوسرے دیگر مصارف میں جائز صورت  
سے خرچ کیا جائے تو جب یہ خود نہ معرفت ہے اور نہ طلبہ  
کے وکیل بلکہ یہ حقیقت وکیل ادب اب الاموال ہمارے ہیں۔  
تو جتنا بھی مال زکوٰۃ ان کے پاس جمع ہو یا پہلے سے خزانے  
ادب بیت المال میں موجود ہو۔ بہر حال یہ مزید رقم زکوٰۃ



میں ملے۔ داخل مان میں، چنانچہ اس کے جواب میں اس کی تفصیل آئے گی۔ تو یہ اس قسم کے سوالات سرے سے پیدا ہی نہیں ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس صورت میں دینی اداروں کے خزانے اسلامی حکومت کے بیت المال کے حکم میں ہوں گے اور کارگوں کی حیثیت عاملین علیہا کی ہوگی تو میں طرح ایک اسلامی حکومت اگرچہ اس کے خزانے اور بیت المال میں بہت سی رقم موجود ہو۔ ہر حالت میں مزید رقم زکوٰۃ عاملین کے ذریعہ وصول کر سکتی ہے۔ دینی اور مذہبی ادارے بھی زکوٰۃ وصول کرنے کے حقدار ہوں گے۔ اور ہمارے نزدیک فی زمانہ راج اور قرین مصلحت یہی ہے۔

## سوال نمبر

کی دینی اداروں کے کارکن سفراء العالمین علیہا میں داخل ہو سکتے ہیں۔ جبکہ عامل کی تعریف فقہاء نے یہ لکھی ہے۔ **هو الذی انصب الی الامر لملکخذ العشور** و الصدقات جو دینی اداروں کے سفراء پر منطبق اس بنا پر نہیں ہو سکتی ہے۔ کہ یہ امام اور سلطان کی طرف سے مقرر شدہ نہیں ہیں۔ نہ ان کو ولایت عامہ حاصل ہے۔

## الجواب (تمہید)

اس سوال کا جواب سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ایک سطر حقیقت کو ذہن میں رکھیں۔ تاکہ جواب سمجھنے میں دقت پیش نہ آئے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ کہ زکوٰۃ وصول کرنے اور قیام کرنے کا حقدار اصلاً بالذات ایک اسلامی حکومت ہی ہے۔ وہی جائز طور پر اس بات کی حقدار

رقم پہنچنے سے پہلے کی دی ہوئی ہو۔ یا بعد کی دی ہوئی ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی صورت میں یہ شخص وکیل عن الفقیہ ہے جو بھی مال اس کے پاس جمع ہو جائے۔ فقیر اس کا مالک ہوگا (تو جو زکوٰۃ حقدار غائب جمع ہونے کے بعد دی گئی ہو۔ وہ ایک غنی آدمی کو دی ہوئی زکوٰۃ بھی جائز ہے کی اس نے صحیح نہ ہوگی) اور دوسری صورت میں (چونکہ فقیر نے اس کو امر بالقض نہیں کیا ہے۔ اس بنا پر یہ شخص فقیر لا وکیل نہیں بلکہ) دینے والے مالداروں کا وکیل ہے۔ تو جتنا بھی مال زکوٰۃ اس کے پاس جمع ہو گیا ہے۔ وہ مالداروں ہی کی ملک ہے۔ (نہ فقری)۔ اس بنا پر سب کی زکوٰۃ درست ہوگی)

مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں علماء اس دینیہ میں مذکور صورت پائی جاتی ہے۔ نہ پہلی۔ لہذا ہر حالت میں سفراء مختلفین رقم زکوٰۃ وصول کرنے کے شرعاً مجاز ہیں۔

فقہائے اصناف میں علامہ ابن الہمام کا جو ترجمہ ہے۔ وہ محتاج تفاوت نہیں ہے۔ علامہ شافعی نے اس کے حق میں اپنی رائے حسب ذیل الفاظ میں ظاہر فرمائی ہے۔

ان الکمال ابن الہمام قد بلغ حدیجہ الاجتهاد اھ۔ ابن ہمام کو اجتہاد کا درجہ ملا ہے۔ لہذا فقہ حنفی کی رو سے ایک طالب حق اور انصاف پسند حنفی کے لئے علامہ ابن الہمام کے فتوے سے بڑھ کر قابل اعتماد فتوے دوسرا نہیں ہو سکتا ہے۔ رہے متعصبات حضرات! تو ان کے تعصب کا کوئی علاج نہیں ہے۔

یہ جواب اس تقدیر پر ہے کہ جب ہم سفراء اور متعین حضرات کو کبھی ایک فریق کا وکیل تسلیم کریں تو پھر مالداروں کے وکیل ہوں گے نہ فقراء کے۔ لیکن اگر ہم ان کو عاملین

موجود ہیں۔ مگر ان میں سے یہاں ایک دو شائیں ذکر کی جاتی ہیں۔ جو اس حقیقت کی توضیح کے لئے کافی ہو سکتی ہیں۔

### مثال اول۔ اسلامی شریعت میں جہارت

برائے نماز حاصل کرنے کی اصلی اور مطلوبہ شکل "وضو" ہے لیکن کسی مانع کے سبب سے جب وضو کرنا ممکن نہ رہے تو اسی کی جگہ تیمم کرنے کی ہدایت کی گئی ہے جس کی شکل وضو کی شکل سے ملتی جلتی ہے۔

**مثال ثانی۔** اسی طرح اگر نماز اس کی اپنی اور مطلوبہ شکل میں ادا کرنی ممکن نہ ہو تو اس سے قریب تر شکل اور صورت پر ادا کرنے کی اعازت دی گئی ہے۔ یہاں تک کہ جنگ کے خطرناک حالات کے اندر بھی اس کے لئے ایسی صورتیں تجویز کی گئی ہیں جن سے اس کی اصلی صورت کا تصور ذہنوں میں باقی رہ سکے جی صورت حال دین کے دوسرے معاملات میں بھی ہے۔ اگر ان کو اس معیاری شکل میں ادا نہیں کیا جاسکتا ہے تو قرآن و حدیث میں ان کے لئے تجویز کی گئی ہے۔ تو حالات کے لحاظ سے اصل سے ممکن مد تک قریب تر شکل میں ان کو ادا کرنا چاہیئے۔

### وجہ سوم۔ تیسری وجہ اجتماعی طریقہ سے

تفصیل اور تقیم ذکوۃ کے بہتر ہونے کے لئے یہ ہے کہ اس طریقہ میں بہ نسبت انفرادی صورت کے تنظیم پائی جاتی ہے۔ جو اسلام میں مطلوب ہے۔ اور تفرق و انتشار کم ہو جاتا ہے۔ جو شرعاً مذموم ہے۔

(اصل الجواب) اس امر حقیقت کے پیش نظر اصل سوال کا جواب درج ذیل ہے۔ ملاحظہ فرمایا جائے

مندرجہ بالا وجوہات اللہ آنے والے منتہائے گرام کی

ہے۔ کہ مالداروں سے اموال ظاہرہ کی ذکوۃ وصول کر کے اس کے مصارف میں آسے صرف کرے لیکن اگر کبھی جنگ کے سالان اسلامی حکومت کی برکت سے محروم ہوں تو شرعی حکم اور بشری مصالح کے پیش نظر انفرادی طریقہ پر تقیم ذکوۃ سے بدرجہا بہتر ہی ہے کہ اجتماعی طریقہ سے تفصیل اور تقیم ذکوۃ کو معمول بنایا جائے۔ اس کے لئے چند وجوہات ہیں جو درج ذیل ہیں۔

## وجوہات

### وجہ اول۔ اس کی وجہ ایک تریہ ہے کہ اس میں

ایک مد تک ان علم شریعیہ اور مصالح بشریہ کی رعایت ہوتی ہے۔ جن کے پیش نظر شریعت نے ذکوۃ اور دیگر واجبات مالیہ کی تفصیل اور تقیم کا نظام قائم کیا ہے۔

### وجہ دوم۔ دوسری وجہ اس کے بہتر ہونے

کے لئے یہ ہے کہ یہ صورت اس اصلی اور معیاری شکل سے قریب تر ہے۔ جو اس فریقہ کی آدائیگی کے لئے اسلام نے مقرر کی ہے۔ اور اسلامی شریعت کا مزاج ہی یہی ہے۔ کہ اگر اس کے احکام میں سے کبھی حکم کی بجائے آوری اس کی اصلی اور معیاری شکل میں کسی مانع کے سبب سے ممکن نہ ہو تو وہ چاہتا ہے۔ کہ اس حکم کی تفصیل بھی ایسی شکل میں کی جائے جو اصلی شکل سے ملتی جلتی ہو۔ تاکہ اصلی شکل کی یاد ذہنوں کے اندر محفوظ رہے اور اصلی حالت کی طرف لوٹنے اور اس کو دوبارہ حاصل کرنے کا شوق دلوں کے اندر باقی رہے

### مثالیں

اسلامی شریعت میں اس کی بہت سی مثالیں

حقی کا فتویٰ جو عبدالرحمن روح المعانی ج ۱۰ ص ۱۲۳ درج  
ذیل ہے۔ والتحقق ما ذكره الجصاص في  
الاحكام ان من كان غنيا في بلدة بدارا  
رخد مه دفرسه وله فضل دراهم حتى  
لا تحمل له الصدقة فاذا اعزم على سفر الجهاد  
واحتاج لعدة وسلاح لم يكن محتاجا له في  
اقامته فيجوز ان يعطى له من الصدقة وان  
كان غنيا في مصر ۱۰

**ترجمہ:**۔ اس بارے میں حقیقی بات وہ ہے

جس کو ابو الجصاص (حقی) نے احکام القرآن میں ذکر کیا  
ہے۔ وہ یہ کہ غنی اور مالدار شخص جس کے پاس اپنے گاؤں  
میں مکان، خادم، گھوڑا، سب کچھ ہوں۔ نیز نقد مال بھی  
از جنس درہم اتنا اس کے پاس موجود ہو۔ جس سے وہ غنی ہو کہ  
مال زکوٰۃ لینا اس کے لئے حلال نہ ہو۔ (بالغرض) اگر وہ  
سفر جہاد کا ارادہ کرے عارضی طور پر سامان جنگ و اسلحہ  
کا محتاج پڑ گیا جس کا وہ اپنے گاؤں میں محتاج نہیں تھا۔ تو  
ایسے شخص کے لئے مال زکوٰۃ لینا جائز اور دنیا حلال ہے۔ اگرچہ  
وہ اپنے گاؤں میں غنی ہو۔

اب دیکھئے یہ شخص حقیقت کے لحاظ سے تو بالکل فقیر  
کے قند ہے۔ اتنا مال اور جائیداد اس کی ملک میں ہے۔ جس  
کی وجہ سے وہ خود غنی بن کر اس کے لئے زکوٰۃ حلال نہیں  
ہے۔ مگر صرف اس بنا پر حقیقی زکوٰۃ قراء دے کر زکوٰۃ لینا  
اس کے لئے جائز اور حلال قلم کیا گیا ہے۔ کہ یہ سفر جہاد کی

وجہ سے اسلحہ اور سامان جنگ کا عارضی طور پر محتاج پڑ  
گیا ہے۔ اور اس عارضی احتیاج کی بنا پر وہ فقیر کے حکم میں

تقریبات کے پیش نظر ہمارے نزدیک دینی اداروں کے  
سفر اور متعین بیشک والعلین علیہا میں داخل ہیں۔ ترجمہ طرح  
حکومت اسلامی کے حال ہر حالت میں زکوٰۃ وصول کرنے کے  
مقتدار ہیں۔ اسی طرح دینی اداروں کے عمال (سفر اور) بھی مقتدار  
ہوں گے اگرچہ ان کے پاس بہت سے رقم موجود ہیں نہ ہوں  
اس میں شک و شبہ نہیں کہ فقہاء نے عامل کی تعزین  
امام کے نائب کے ساتھ کی ہے۔ جو بنابر سفر اور کو شمل نہیں  
ہے۔ لیکن اس سے بھی اعتقاد کے لئے قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔  
کہ عاملین کے ساقرائی معارف زکوٰۃ میں ہمارے ہی

نقہ ہونے کچھ یہی تعینا بھی کر دی ہیں جس سے خود بخود امت  
مذکورہ میرا یہ لوگ داخل ہو جاتے ہیں۔ جو اصل معانی کے  
لحاظ سے ان کے افراد میں سے نہیں ہیں۔ مثلاً فقراء ہی کو بھی  
فقیر کی تعزین حضرت امام ابو حنیفہؒ سے یہ نقل کی گئی ہے والفقیر  
على ما أدى عن ابي حنيفة من ان احدى اشئ وهو  
مكدر ان النصاب اذ قدر لثواب غير تام وهو

مستقرات في الحاجة اها روح المعانی ج ۱۰ ص ۱۲۳  
بجہا رابط ج ۲ ص ۲۵۲ امام اعظمؒ کے نزدیک فقیر وہ شخص  
ہے جو پوری مقدار لثواب کا مالک نہ ہو یا غیر نامی مال سے تپڑی  
مقدار لثواب کا مالک ہو۔ مگر وہ مال ضرورت سے زیادہ اور  
فادغ نہ ہو جس کا اصل یہ نکلا کہ ضرورت سے زیادہ مال اگر

اس کے پاس بقدر لثواب موجود ہو۔ خواہ وہ مال جس قسم کا بھی  
ہو تو اس سے وہ غنی قرار پا کر فقیر نہ رہے گا۔ مگر ہم دیکھتے  
ہیں کہ فقہائے اہل سنت نے اس فقرہ کی مد میں بعض ایسے

لوگوں کو بھی شامل کر لیا ہے۔ جو مذکورہ بالا تعزین کی رو  
سے فقیر نہیں۔ بلکہ غنی ہی داخل ہیں۔ ملاحظہ ہوا ابو الجصاص

شمار کیا گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ احتیاج و فقر حقیقی فقر و احتیاج نہیں ہے۔

## (ایک اشکال)

ملن ہے۔ آپ اس پر یہ اعتراض کریں کہ یہ شخص اگرچہ فقیہ نہیں ہے۔ مگر فقر کی حیثیت سے تو اسے زکوٰۃ بھی نہیں دی گئی ہے۔ نہ اس کی حیثیت سے وہ زکوٰۃ کا مستحق قرار دیا گیا ہے بلکہ عزم جہاد کی وجہ سے یہ شخص فی سبیل اللہ کی مدد میں داخل ہے۔ اور مجاہد ہونے کی حیثیت سے زکوٰۃ کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ (جواب) لیکن اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ احناف کے نزدیک مشہور قول کے مطابق "عالم" اور ابن سبیل کے علاوہ تمام احناف اور مصارف زکوٰۃ میں بالاتفاق فقیر ایک شرط لازمی قرار دیا گیا ہے۔ خواہ وہ فی سبیل اللہ کی مدد ہو یا کوئی اور۔ چنانچہ تمام کتب فقہ اور خود روح المعانی میں بھی یہاں تصریح موجود ہے۔ تو خواہ آپ اس شخص کو فی سبیل اللہ کی مدد میں داخل کریں۔ یا کہی دوسری صنف میں۔ بہر حال فقر کے بغیر اس کے لئے زکوٰۃ جائز نہ ہوگی۔ تا وقتیکہ اس کو فقیر مطلقاً نہ قرار دے دیا جائے۔ اور یہ نہیں سکتا۔ جب تک فقر اس میں تقیم نہ کر لی جائے۔ لہذا ماننا پڑے گا۔ کہ فقرا سے مراد عام ہے خواہ حقیقتہً فقرہوں یا مطلقاً۔

اسی طرح ہمارے فقہانے مراحت سے یہ اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ کہ جس تاجر کا دلوں پر قرضہ مقدار مبالغہ یا اس سے بھی زیادہ پڑھا ہو جائے۔ مگر ان سے وصول نہیں ہو سکتا ہے۔ اور اس کے پاس اپنے مزدوریات کو پورا کرنے کے لئے فی الحال کوئی مال نہیں ہے۔ تو اس کو بھی مالاہتی دستی کی وجہ سے فقیر کے حکم میں شمار کر کے زکوٰۃ دینا اس کے لئے جائز

تسمیہ کیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ حقیقتہً غنی ہے فقیر نہیں ہے۔  
وفی المحيط وان كان تاجرا له دين على

الناس لا يقدّر على اخذ ولا يعيد شيئا يحمل  
له اخذ الزكاة لانه فقير يد اكا بن السبيل  
۱۰ مجر ۲۲ روح المعانی جلد ۱۰ ص ۱۲۳

ترجمہ :- "محیط میں ہے کہ اگر کسی تاجر کا قرضہ لوگوں پر چڑھا ہو اور۔ جس کے وصول کرنے پر اسے قدرت بھی نہ ہو۔ اور کوئی ایسی چیز (مال) بھی پاس نہ ہو۔ (جس سے وہ اپنی مزدوریات پوری کر سکے) تو اس شخص کے لئے اس بنا پر کہ وہ حالاً تہیدست ہے۔ زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ مسافر کی طرح۔ ہمارے اصناف نے اپنی کتب میں ایک سے زائد مواقع میں یہ تصریح فرمائی ہے۔ کہ حقیقتہً الفقیر زوال اللکھ حدیث بعد الیہ عن المال وہ جس کی رو سے مذکورہ بالا تاجر قطعاً فقیر نہیں ہے۔ لیکن حالاً تہیدستی کی وجہ سے اس کو مطلقاً فقیر قرار دے کر زکوٰۃ کا مستحق کر دانا گیا ہے۔ تو معلوم ہو گیا کہ "فقرا" میں فقہاء ہی نے تقیم کر لی ہے۔ (ابن السبیل)

فقرا کے بعد ابن سبیل کو بھیجئے۔ ابن سبیل کا اطلاق اصل معنی کے لحاظ سے مرث اس مسافر پر ہوتا ہے۔ جس کے لئے اپنے مال تک رسائی نامکن یا دشوار ہو۔ لیکن ہونی حقیقتہً اختیار میں سے چنانچہ صاحب بحر رائق لکھتے ہیں۔

هو المقتطع عن ماله ليعيد له عنه فكل من  
يكون مسافرا اليه ابن السبيل وهو غني بكانه  
حق تجب الزكاة في ماله ويومر بالمال اذ ازا  
وصلت اليه يد له وهو فقير يد ا حتى تصيرت اليه

الصدقة في الحال لحاجته كذا في الكافي

۱۵ ج ۲ ص ۳۲۲۔

**ترجمہ:** ابن السبیل وہ شخص ہے جو اپنے

مال سے دور جا پڑا ہو۔ پس مسافر بن سبیل ہو گا۔ اور یہ ہے فی الحقیقتہ یعنی، تو جب بھی اسے اپنا مال پہنچے۔ اس پر اس مال میں زکوٰۃ کی آدائی ملے مزدوری ہوگی۔ اور حالاً تہدستی کی وجہ سے محتاج ہو کر زکوٰۃ بھی لے سکتا ہے۔

علامہ سید الوسی حنفی ابن سبیل کی تفسیروں کرتے ہیں۔ لہذا المسافر المنقطع عن ماله ۱۵ ج ۱۰۔

۱۲۲۔ مذکورہ بالا دونوں تفریضوں کی رو سے ابن سبیل مسافر بنی گا و سمرانام ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں بھی ہمارے فقہائے احناف نے یہ تعیم کی ہے کہ ہر وہ شخص جو اپنے مال سے غائب ہو۔ خواہ وہ اپنے ہی گاؤں اور شہر میں کیوں نہ ہو۔ وہ ابن سبیل کے حکم میں ہوگا شرعاً زکوٰۃ اس کو دیا جاسکتا ہے۔ اگر حقیقتہً مسافر نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ ابن الہمام لکھتے ہیں۔ والحق بہ کل من هو غائب عن ماله وان كان في بلد ۱۵ فتح التذیہ

ج ۲ ص ۲۵۵ ہر وہ شخص ابن سبیل کے حکم میں ہے۔ جو

مال سے غائب ہو۔ خواہ وہ اپنے شہر ہی کیوں نہ ہو۔ و مثلاً فی البحر ج ۲ ص ۲۳۲ و روح المعانی ج ۱ ص ۱۳۳ اس

سے بھی یہ معلوم ہو گیا کہ ابن سبیل میں بھی ہمارے فقہان نے تعیم کی ہے حقیقی مسافر اور وہ شخص جو اپنے مال سے غائب ہو۔ دونوں کو اس میں داخل کر دیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ دو ہر شخص حقیقتہً مسافر

نہیں ہے۔ مگر سال مند جو بالانصرحات کے پیش نظر اس امر میں کوئی خفا باقی نہیں رہتا ہے کہ عامین کے علاوہ دیگر اصناف اور

صداقت مکرر آیت میں فقہان نے کچھ تعیمات ایسی کی ہیں۔ جن کی رو

سے آں میں یقیناً وہ لوگ داخل ہو جاتے ہیں جو اصل معانی کے

خلاف سے آں میں سے نہیں ہیں اور یہ تعیمات مروجت کی بنیاد پر فرض ہو چکی

ہیں لہذا اگرچہ کی بنیاد پر نہیں کی ہیں۔ تو آج بھی دینی مصالح کے پیش نظر

اگر عامین میں ایسی تعیم کر لی جائے جس سے دینی اداروں کے

کارکنی سفر اور متعلقین اور دینی چاہتیں داخل ہو جائیں تو کچھ مضرت

ہے؟ دراصل ایک اس میں اتنی تعیم تو پہلے سے کی گئی ہے۔ کہ اس کی

اور عاشر کو جو بالترتیب قبائل میں سوانم کی زکوٰۃ وصول کرنے

اور جو عام ان لوگوں سے صدقات وصول کرنے کے لئے مقرر

کئے گئے ہوں جو راستوں پر سے گزرنے والے ہوں عامین

میں داخل کی گئی ہے۔ حالانکہ یہ دونوں خود امام اور سلطان کا مقرر

کردہ نہیں ہیں۔ درمختار میں ہے۔ ہودعمر الساعی والعاشر

۱۵۔ عال ساعی اور عاشر دونوں کو شامل ہے صحابہ

میں سے حضرت عبداللہ بن عباس نے اس میں اور بھی مزید

ترسیح کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ ویدخل فی عامل الساعی

والکاتب والتاسع والعاشر الذی یجمع الکمال

و حفظ العمال ۱۵ عامل کے لفظ میں تحصیل در۔ منشی تعیم کرنے

والا مال اٹھا کرنے والا خزانچی سب شامل ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ

سب تعیمات دینی ضرورتوں اور قرآن کریم کی ہر گیر لفظی و معنوی

کے پیش نظر دینی مقاصد اور اغراض کے لئے کی گئی ہیں۔ تو آج ہم

اس سے گنجائش رکھیں۔

عامل کے لفظ میں دینی اداروں کے کارکن داخل کر کے جن

اغراض و مقاصد کے لئے پچھلے زمانوں میں علماء نے اس تعیم کی

تعیمیں کی تھیں آج ہم بھی ان اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے

کم سے کم اتنی تعیم تو کر میں کہ دینی اداروں کے کارکن اس میں داخل

علا جہد کی غارتگری اسلام میں شائبہ اللہ کا وجود رکھتی ہے اس کی صحت کے لئے فقہ حنفی کی رو سے سلطان یا اس کے کسی نائب کا وجود شرط لازمی تسلیم کیا گیا ہے۔ (ومنہا السلطان حق لا تجوز اقامتها بغیرا صدر السلطان وامر نائبہ کذا فی محیط السمرحسی؟ عالمگیری ج ۱۵ ص ۱۵۵) لیکن جہاں اسلامی نظام حکومت مفقود ہو اور سلطان یا اس کے نائب کا وجود ہی سرے سے نہ ہو۔ وہاں فقہائے احناف ہی نے اس شرط میں یہ تبدیلی کی ہے کہ مسلمانوں کے اہل حق العقد کے لئے چاہیئے کہ اس فریضہ کی انجام دہی کے لئے از خود کوئی مناسب شکل اور موزون صورت اختیار کریں مگر فریضہ کو فوت نہ ہونے دیں۔

بلاد علیہا ولاۃ صغار یحوز المسلمین

اقامت الجمع والاعیاد واصیوالقاضی  
قاضیا بتراضی المسلمین وموجب  
علیہم ان یلتمسوا والیامسلما۔ کذا فی  
معراج المذہب (عالمگیری ج ۱۵ ص ۱۵۵)

مسلمانوں کی جس آبادی پر کفار کی حکومت ہو تو وہاں کے مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ جمعہ اور عید کی نمازیں پڑھتے رہا کریں اور کسی کو مقدمات فیصلہ کرنے کے لئے یا بھی رہا خاندانی اور صلح و مشورے سے قاضی بنائیں۔ اور لازم ہے وہاں کچھ منظم مسلمانوں پر کہ اپنے لئے کسی مسلمان والی کی تلاش کریں (سراج الدارۃ) اپنے لئے دیکھا کہ جہاں اسلامی حکومت کی جگہ مسلمانوں پر کفاروں کی حکومت قائم ہو تو وہاں اس بات کے کہ جمعہ اور عید کے لئے مسلمان باوجود فقہاء کا وجود فقہاء کے نزدیک شرط ہے اور وہ جہاں موجود نہیں ہے۔ مگر پھر بھی فقہائے اپنے قانون میں مناسب

ہو جائیں تاکہ دینی تعلیم کا یہ کمزور نظام کم سے کم معطل نہ پڑے؟ کون نہیں سمجھتا ہے کہ آج کے دور الحاد میں جہاد دین اور مذہب سے بیزاری اور نفور، دشنام اسلام کی منظم خلاف اسلام تحریکوں کی بدولت عام ہو رہا ہے۔ عام مسلمانوں پر جہالت چھائی ہوئی ہے اسلام کی بنیادی تعلیمات کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔ دینی ادارے اور مذہبی جماعتیں ہی اسلام کی حفاظت اور مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرنے کے لئے مخصوص اور ایک حد تک کامیاب ذرائع ہیں۔ جن کو برقرار رکھنے کے لئے اگر عام اہل اسلام ان کے طرف توجہ نہ کریں تو بہت جلد یہ ادارے قفل ہو کر معطل پڑیں گے۔ اور دینی جماعتیں ختم ہو جائیں گی۔ اور جو تھوڑی بہت اسلام کی تعلیمات سے آج واقفیت موجود ہے۔ وہ بھی ختم ہو کر رہے گی۔

یہ کوئی جرم اور ناجائز بدعت فی الدین نہ ہو گا جس کی طرف سب سے پہلے ہم ہی پیش قدمی کرنے والے متقرر ہوں گے۔ بلکہ اس قسم کی ضرورتوں کے پیش نظر کتاب و سنت کی تعبیر اور مصلحت دینی پر مبنی احکام اجتہادیہ میں اسلاف ہمیشہ اسلام کے مزاج کے مطابق اپنا نقطہ نظر تبدیل کرتے آئے ہیں۔ اور دینی مصالح کے پیش نظر ہمیشہ انہوں نے اپنے اجتہادی فتوؤں میں وسعت اور مناسب تبدیلی سے کام لیا ہے۔ جس سے آنے والی نسلوں کے لئے دین پر عمل کرنا آسان ہو گیا ہے اور مذہب کی حفاظت میں کافی حد تک سہولت مہرما ملتی ہے۔ اس کے لئے شاہین علی کی کتابوں میں بکثرت ملتی ہیں۔ مگر یہاں فقہ حنفی کے مسائل میں سے صرف ایک مثال ذکر کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ جس سے مسلمان زیر بحث کی کافی حد تک وضاحت ہو جانے کی۔ جو درج ذیل ہے۔



تبدیلی اور زرمیم سے کوئی بھگت محسوس نہ کی۔ اور شتائے اللہ کو قائم اور محفوظ رکھنے کی غرض سے اپنے سابقہ فترے میں تبدیلی کر کے فریضہ جمعہ کو قائم اور محفوظ رکھنے کا معقول انتظام فرمایا اور سلطان کے بغیر بھی جمعہ کو جائز قرار دے دیا۔ اس سے آپ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اجتہادی مسائل میں دینی مصالح کے پیش نظر تبدیلی فقہا کا ایک مسلمہ اصول رہا ہے۔ جس پر وہ خود اپنے زمانے میں عمل پیرا ہے ہیں تاکہ آنے والی نسلیوں کے لئے قانونی حیثیت سے ایک فترہ بن کر رہے۔ ایسی قانونی ترمیموں اور تبدیلیوں سے یہ معلوم کرنا کچھ بھی مشکل نہیں ہے کہ زیر بحث مسئلہ میں مناسب صورت کیا ہے؟ آیا یہ کہ عاقلین میں تقسیم کر کے دینی اداروں کے کارکن سزا کو اس میں داخل کر دیا جائے۔ یا یہ کہ تمام دینی اداروں اور مذہبی جماعتوں کو مصارفِ زکوٰۃ تسلیم نہ کر کے مذہب اور دین کی تقسیم کو اپنے ہی ہاتھوں ختم کر دیا جائے۔ ہماری رائے یہ ہے کہ عاقلین کی تعبیر میں توسیع کر کے مسلمانوں کے دینی اور مذہبی اداروں کے کارکن اس میں داخل ہیں۔ ان کے بیت المال اور خزانوں کی حیثیت حکومت کے بیت المال کی حیثیت ہے۔ جن میں سے دفعتاً فوقاً ضرورتوں کے لحاظ سے صحیح مصروف میں خرچ ہوتا رہے گا۔ تو جس طرح حکومت کا عمل ہر حالت میں رقم زکوٰۃ فراہم کر سکتا ہے۔ اسی طرح یہ کارکن بھی ہر حالت میں زکوٰۃ فراہم کر سکتا ہے اگرچہ حقیقتاً حکومت کے مقرر کردہ نہ ہوں۔

اس رائے میں ہم اپنے آپ کو مغرور نہیں سمجھتے ہیں بلکہ دوسرے مشہور اور بلند پایہ علماء نے بھی جب سے دینی مدارس اور مذہبی ادارے قائم ہوئے ہیں۔ یہ فترتی شائع کر دیا ہے۔ کہ شرعی حکم اور بشری مصالح کا تقاضا موجودہ دور میں یہ ہے کہ زکوٰۃ کی تحصیل و تقسیم کا انتظام انفرادی شکل کی بجائے اجتماعی صورت سے ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک حضرت علامہ شیخنا و استاذنا مفتی الہند محمد کفایت اللہ صاحب مرحوم ہیں جنہوں نے گہری دینی بصیرت پر مبنی ایک فترے سے اس زیر بحث معاملہ سے متعلق اپنی رائے ان الفاظ میں ظاہر فرمائی ہے۔ زکوٰۃ و عشر اور دیگر واجبات مالہ کا وجوب جن حکم اور مصالح بشریہ پر مبنی ہے۔ ان کا تقاضا صلیہ ہے کہ ادائے زکوٰۃ و عشر اور مستحقین پر ان کی تقسیم میں تنظیم کا کامل لحاظ رکھا جائے۔ اور ظاہر ہے کہ انفرادی تصرفات میں تنظیم مفقود ہوتی ہے۔ اس غلامی کے دور میں جو تفرق و تشتت کا دور ہے۔ امکانی صورت یہی نظر آ رہی ہے کہ اہل محل والحد کے کوئی جماعت اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے

لے (محمد کفایت اللہ کان اللہ لام) -  
**و کھن جس قدر حق۔** یہ ہے کہ ان کو ولایت عامہ حاصل نہیں ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ولایت عامہ کا مطلب اگر یہ ہو کہ تمام دنیا کے مسلمانوں پر یہ ولایت حاصل ہو تو اس قسم کی ولایت حکومت کو بھی حاصل نہیں ہے۔ حکومت یا اس کے عمل کو ہر ولایت حاصل ہے تو وہ اپنے دائرہ اقتدار اور احاطہ مملکت میں حاصل ہے۔ نہ کہ اس سے باہر۔ پھر تو چاہیے کہ حکومت کے حال کو بھی زکوٰۃ فراہم کرنے کا حق حاصل اس لئے نہ ہو کہ ان کو معنی مذکور کے لحاظ سے ولایت حاصل نہیں ہے۔ اور اگر ولایت عامہ کا مطلب یہ ہو کہ اپنے حلقہ اقتدار

اور دائرہ اختیار میں یہ ولایت حاصل ہو تو اس معنی میں ولایت یقیناً منظم جامعوں اور دینی اداروں کے منتظمین کو حاصل ہے۔ ان کے اداروں اور تنظیموں میں جو فقراء طلبہ یا کارکن شامل ہوں ان پر اپنے روابط و قواعد کے ماتحت وہ اپنے جائزہ اختیارات استعمال کر سکتے ہیں۔ اور اتنی ولایت عاملین بھی داخل ہونے اور ان کے قائم مقام بننے کے لئے کافی حقدور ہو سکتی ہے۔

زکوٰۃ میں تئیک فقیر ایک مزدوری امر ہے جو سوال عام طور پر دینی مدارس میں جمع شدہ تمام رقوم زکوٰۃ میں منظور ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ کارکن سفر

اس مال سے سفر کی حالت میں خرچ کرتے ہیں، جو ارباب الاموال ان کو دیتے ہیں۔ اس صورت میں کل رقوم زکوٰۃ میں تئیک فقیر نہیں پائی جاتی ہے۔ بلکہ فقیر کے پاس پہنچنے سے پہلے اس رقوم کا کچھ حصہ لا محالہ مزدوریات سفر اور نقل و حرکت پر خرچ کرنا پڑتا ہے۔ تو جب کل رقوم زکوٰۃ میں تئیک فقیر نہ پائی گئی تو پھر یہی زکوٰۃ کس طرح ادا ہوگی۔ نیز دینی اداروں میں مذکورہ سے صاحب نصاب کارکنوں کو معاذ حق دے دیئے جاتے ہیں۔ اور تنخواہیں بھی حالانکہ اس میں تئیک فقیر نہیں پائی جاتی ہے۔ نیز یہ زکوٰۃ کا کوئی صحیح مصرف ہے

سوال ۲۳ کے جواب میں یہ واضح ہو

الجواب نمبر ۲۳ چاہے کہ دینی اداروں کے کارکن سفر شرعی مصالح اور دینی حقدورتوں کے پیش نظر عاملین میں داخل ہیں اور منتظمین مدارس زیر تربیت طلبہ اور فقرا کی حد تک صاحب ولایت بھی ہیں جو عاملین کے تمام مقام ہونے کے لئے فی زمانہ کافی ہے۔ اب اگر ایک اسلامی حکومت کا عامل بعد اس کے کہ اس کو اموال زکوٰۃ

حوالہ کر دیئے جائیں۔ اس مال سے حالت سفر میں مزدوری خرچ اور مصارف نقل و حرکت ادا کرنے کا شرعاً مجاز ہو اور یقیناً مجاز ہے۔ اور اس سے زکوٰۃ میں کوئی نقص نہیں نہیں آتا ہے تو سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ دینی اداروں کے عامل اور کارکن اگر سفر کی حالت میں شدید مجبوری کی وجہ سے بعد مزدورت خرچ کریں۔ یا مصارف نقل و حرکت اس مال زکوٰۃ سے ادا کریں۔ تو کیوں مجاز نہ ہوں گے اور اس سے زکوٰۃ میں نقص کیوں آئے گا؟ بلکہ اگر عوز سے دیکھا جائے تو عامل حکومت کو جس طرح فقرا کی نیابت کا درجہ حاصل ہے۔ اور اس نیابت کی وجہ سے عامل حکومت کا خرچ فقیر ہی کا خرچ سمجھا جاتا ہے تو اداروں کے اعمال کو بھی یہ درجہ نیابت حاصل ہے۔ تو کیوں ان کا خرچ فقرا کا خرچ نہ سمجھا جائے؟؛ فرق کے لئے ہمارے ذہن میں میں کم سے کم کوئی معقول وجہ نہیں آتی ہے۔ بلکہ دینی اداروں کے عمال کو جب قائم مقام عمال حکومت تسلیم کر لیا جائے۔ جیسا کہ جواب ۲۳ میں ثابت ہو چکا ہے۔ تو پھر یہ کہنا بھی بے جا نہ ہو گا۔ کہ ارباب الاموال نے جب ان کو اموال زکوٰۃ دے دیئے تو گویہ سفر ادا ان سے خرچ بھی کریں۔ اور مصارف نقل و حرکت بھی ادا کریں۔ مگر ارباب الاموال کے ذمے ان کو دینے سے ہی فارغ ہو گئے ہیں۔

اور ان کی زکوٰۃ ادا ہو چکی ہے۔ اس دعوے کے ثبوت کے لئے مند امام احمد بن حنبل کی مندرجہ ذیل حدیث پیش کی جاسکتی ہے۔

امام احمد حنبل نے حضرت انس سے روایت کی ہے اس میں حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ  
 حضور! اذ ادیت الزکوۃ الی س مولا  
 فقد برئت منها الی اللہ ورسولہ؟  
 جواب میں نے آپ کے پیچھے ہوئے عامل کو زکوۃ ادا کر دی  
 تو میں اللہ اور رسول کے رسول کے سامنے بری الذمہ ہو  
 گیا نا؟ حضور نے جواب دیا۔ نعم اذ ادیت الزکوۃ  
 الی رسولی فقد برئت منها الی ورسولہ  
 فلت اجزها و اتسها علی من بدلہا  
 (ماں جب تلے اے میرے فرستادہ عامل کے حوالے کر دیا  
 تو تو ادا اور اس کے رسول کے آگے اپنے فرض سے بری الذمہ  
 ہو گیا۔ اس کا اجر تیرے لئے ہے اور جو اس میں ناجائز نفرت  
 کرے اس کا گناہ اسی پر ہے) اس حدیث سے مراد ثابت  
 ہوا کہ عامل حکومت کو زکوۃ حوالہ کر دینے سے مالدار نارغ الذمہ  
 ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد اگر عامل اس میں سے ناجائز طریقہ پر  
 خرچ کرے تو گناہ ضرور اس کے ذمہ عاید ہوگا۔ مگر زکوۃ میں  
 کوئی نقص نہ آئے گا۔

دینی مدارس کے کارکن سفر ایسی جب عالمین میں داخل  
 تسلیم کر لئے گئے جیسا کہ سابق سوال کے جواب میں ذکر کیا جا چکا  
 ہے تو یہاں بھی ان کو زکوۃ حوالہ کر دینے سے مال دار نارغ الذمہ  
 ہو جانے چاہیئے۔ اور ان کا خرچ نہایت عن الفقر کی وجہ سے  
 فقرا کا خرچ ہی سمجھا جاسیئے۔ تو یہ خرچ گویا حکماً تملیک فقیر  
 کے بعد کا خرچ سمجھا جائے گا۔ نہ کہ اس سے قبل کا  
 دہلازمین کے سادھنوں اور تنخواہوں کا معاملہ! تو اس  
 مسئلہ کو سمجھنے کیلئے پہلے چند امور کو بطور مستعمل سیکھ  
 کچھ دینا چاہئے۔

اولاً یہ کہ زکوۃ کے مصارف از روئے قرآن جتنے ہیں۔  
 ان میں سے ایک مدنی سبیل اللہ کی ہے اس میں یس عقیقین احناف  
 نے تمام ان لوگوں کو داخل تسلیم کر لیا ہے۔ جو اللہ کے دین  
 کیلئے کام کرنے میں معروف ہوں، خواہ وہ مجاہدین ہوں یا عالم  
 دین ہوں، یا ان دینی جماعتوں اور اداروں کے کارکن ہوں جو  
 دین کی صحیح خدمت کرنے کے لئے قائم کئے گئے ہوں۔ علامہ  
 سید الوسی حنفی اپنی مشہور تفسیر روح المعانی میں فی  
 سبیل اللہ کے متعلق احکامات کے نقطہ نظر کی توضیح  
 کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ارید بذالک عند ابی یوسف منقطع  
 الخزانة وعند محمد منقطع الحجیم وحتیل  
 المرداد طلبہ العلم واقتصر علیہ فی  
 الفتاوی الظہیریۃ وفی لا فی البدائع  
 بجمع القرب فیدخل فیہ کلی من سعی فی  
 طاعة الله وسبیل الخیرات ۱۵ -  
 روح المعانی ج ۱۰ صفحہ ۱۳۳ ومثلہ فی

المدرا المختار ج ۲ صفحہ ۸۳ والبحر جلد ۲ صفحہ ۲۴۲  
 ثانیاً۔ فقراء و مساکین کو چھوڑ کر باقی جتنے مصارف  
 زکوۃ ہیں ان میں سے عالمین و ابن سبیل کے ماسوا سے باقی  
 تمام مصارف میں احناف کے نزدیک بناء بقول مشہور فقر شرط  
 لازمی ہے البتہ عالمین، و ابن سبیل، دونوں اس حکم سے  
 مستثنیٰ ہیں۔ یہ غنی ہو کر بھی زکوۃ لے سکتے ہیں۔

ثالثاً۔ عالمین۔ ابن سبیل کے ماسوا سے دیگر اصناف  
 اور مصارف زکوۃ میں اشراط فقر کا مثلاً اگرچہ متاخرین احناف  
 نے اتفاقاً قرار دے دیا ہے۔ مگر متقدمین احناف کے اقوال

کے فائز مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے اتفاقاً نہیں ہے بعض فقہاء ایسے بھی ہیں جو فقر بمعنی اصلاحی ان میں شرط نہیں تسلیم کرتے ہیں۔ چند حوالے اس کے لئے ملاحظہ ہوں۔

عالم حکومت اگر سچ یعنی ہرگز بصورت عادلہ ذکوۃ لینا اس کیلئے جائز تسلیم کیا گیا ہے اس کی علت صاحب بدائع نے یہ بیان کی ہے کہ لا یندرغ فخر نفسہ لہذا العمل فیحتاج الی الکفایت ۵ (اس نے اپنے نفس کو اس

کام کے لئے چونکہ فارغ کر دیا ہے۔ تو لامحالہ رزق کفان کا محتاج پرے گا۔) اس لئے بقدر حاجت قدر ذکوۃ سے اسے کچھ دیا جائے گا اس تلیل پر صاحب بدائع انوار تبصرہ کرتے

ہوئے لکھتے ہیں۔ وبہذا التعلیل یقوی ما نسب الی بعض المفتاوی ان طالب العلم یجوز لہ ان یاخذ الزکوۃ وان کان غنیاً اذا فرغ نفسہ لاخادۃ العلم و

استغلاۃ لکونہ عاجزاً عن الکسب والحاجۃ داعیۃ الی مالابد منه و

وہكذا رأیتہ بخط مؤرق وعزاہ

الی الواقعات ۵۔ علامہ شامی اس کی تائید کرتے ہوئے

تحریر فرماتے ہیں۔ قلت وقد رأیتہ ایضاً فی جامع الفتاویٰ معنی یا الی المبسوط و

نصہ ۱۔ وفي المبسوط لا یجوز دفع

الزکوۃ الی من یمکن نصاباً الا الی طالب العلم و لغازی والمنقطع بقولہ علیہ

السلام یجوز دفع الزکوۃ لطالب العلم

وان کان لہ نفقۃ اربعین سنۃ ۵۱

۵۰ ان تصریحات کے پیش نظر علامہ شامی کہتے ہیں۔ و هذا

مناہ لزعوی الزہر تبعاً لفتح القدیر

الاتفاق قائل ۵۱۔ منحة الخالق۔

جاشعید جس دالوق ج ۲ ص ۲۴۲۔ الخاصل

فی سبیل اللہ کی تفسیر میں علامہ آلوسی نے صاحب بدائع

کا جو قول نقل کیا تھا۔ اس سے اور دوسرے فقہاء کی تصریحات سے

یہ ثابت ہو چکا تھا کہ علیہم دین فی سبیل اللہ کی مدین داخل

ہیں۔ اور منہ الغفار اور مبسوط کے محمولہ عبارت اور اقوال

سے یہ صراحت ثابت ہے کہ علیہ علم دین میں "عنا۔"

مانع عن اداء الزکوۃ نہیں ہے۔ تو نتیجہ لامحلہ

یہی نکلیے گا کہ فی سبیل اللہ کی مدین فقر شرط اتفاقاً نہیں ہے

اسی بنا پر علامہ شامی نے کہا کہ و هذا مناف

لدعوی المنہر تبعاً لفتح القدیر الاتفاق ۵

(عارضین)

اسی طرح غارمین کے بارے میں آئمہ مذہب کی

ایسی تعریفات ملتی ہیں جن سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ

اصل مذہب کی رو سے غارمین میں بھی فقر بمعنی شرعی شرط

نہیں ہے۔ لافظہ ہو حضرت امام محمدؒ کی حسب ذیل تصریح۔

امام محمد اپنی مشہور تصنیف "الموطا"

باب من تحل لہ الصدقۃ ص ۱۳۹ میں ایک

حدیث نقل کرتے ہیں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا ہے۔

لا تحل الصدقۃ لغنی الا الخمسۃ

لغاری فی سبیل اللہ او لغامل علیہا اولیٰ الامور الحدیث - اس حدیث کے متعلق امام محمد فرماتے ہیں -

و هذا فَاخذ واطغاری فی سبیل اللہ اذا صفات لہ غنی عنہا بقدر بقاہ علی الغزو لم یجب لہ ان یاخذ منها وکلا العادۃ ان کان عندہ وفاء بدینہ وفضل فجب فیر الزکوٰۃ لہ فیسبب لہ ان یاخذ منها شئیاً وھو قول ابی حنیفہ ۱۲۰

اس عبارت کو اگر تاویلات کے لئے تحفہ امتیاز نہ بنایا جائے۔ تو صاف اس عبارت کی روشنی میں حضرت امام اعظم کا اصل مذہب جس کو یہاں امام محمد نے اصل مذہب کی حیثیت سے نقل بھی کیا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ غازی - عامل غافقہم جو حدیث میں لا تحمل الصدقات لغنی کے عموم سے مستثنیٰ قرار دیئے گئے ہیں۔ سب کو زکوٰۃ لینا جائیجے اگرچہ فقیر نہ ہوں۔ بلکہ ان کے پاس اتنا مال موجود ہو جس میں خود ان پر شرعاً زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہو۔ یہ دوسری بات ہے کہ ایسی حالت میں ان کے لئے زکوٰۃ لیستنا متجب اور بہتر نہیں ہے۔

اتنی صاف تصریح کے باوجود جو خود آئمہ مذہب سے منقول ہے۔ نہ معلوم فقہائے متاخرین نے یہ اجماع کس بنا پر اصل مذہب قرار دیا ہے۔ کہ عاہلین اور ابن سبیل کے سوا تمام مصارف میں فقرا کی شرط لازمی ہے۔ اور مذکورہ صاف میں سے جس میں بھی لاعل التبعین غنا پائی جائے گی۔ تو وہ زکوٰۃ کا مصرف نہیں رہے گا۔ جس سے اصل مذہب پر خواہ مخواہ

خلاف حدیث ہونے کا الزام عاید ہو جاتا ہے۔ اور جس کے لئے حدیث مذکور میں اصل مذہب کے خلاف غیر متحمل اور غیر متحملیات اور ترجیحات کو نفی پڑتی ہیں۔ یہ کیوں نہیں کہا جاسکتا ہے کہ درحقیقت ہمارے اصناف اور دیگر ائمہ کے مابین اس مسئلہ میں بالنظر الی اصل المذہب کوئی اختلاف (ہی) نہیں ہے۔ کیونکہ اصل مذہب بنا بہ تصریح حضرت امام محمدؒ یہ قرار پایا کہ حدیث میں جو مستثنیات ہیں۔ انہیں فقر حقیقی شرط لازمی نہیں ہے۔ یہ معنی ہو کہ بھی زکوٰۃ کا مستحق اور مصرف ہو سکتے ہیں۔

اس مختصر سی تہید کے بعد کارکنوں کے معاذ منوں اور معاذ منوں اور ملازمین کی تنخواہوں کا جواب آئندہ درج کیا جائے گا۔

خیال داروں اور مربی مدارس میں مل زکوٰۃ سے صاحب منصب کارکنوں اور ملازمین کو جو معاذ منے اور تنخواہیں دے دی جاتی ہیں۔ ترخصاف میں ہے جن حضرات کے نزدیک معارف زکوٰۃ میں فقر شرط لازم نہیں ہیں۔ جیسا کہ متقدمین میں سے بعض حضرات۔ چنانچہ تہید ۱۲۰ میں بیان ہو چکا ہے۔ ان کے نزدیک اس میں مشرفاً کوئی قباحت اس بنا پر نہیں ہے۔ کہ یہ کارکن اور ملازمین کسی نہ کسی صنف اور قرائن مصرف میں آئی جاتے ہیں۔ اور فقر ان کے نزدیک شرط لازم ہے۔ نہیں زکوٰۃ کیوں درست نہ ہوگی؟ مثلاً کارکن کی حیثیت عاہل کی حیثیت ہے اور دیگر ملازمین، مدرسین بری یا کوئی عہدہ ذی سبیل اللہ میں داخل ہیں۔ جیسا کہ "بدائع" کی عبارت سے جو عہدہ راجح المعانی پہلے نقل کی گئی ہے۔ ثابت ہو چکا ہے۔ ہذا زکوٰۃ درست ہونے میں ان کے نزدیک کوئی شبہ نہیں ہے۔

کرنے کے بعد ادارے کو بخش دیتا ہے تو اس وقت اس سے صاحب  
نصاب لاکھوں اور ملازمین کو تنخواہیں دیا جاتی ہیں، اس طریقہ سے  
ملازموں کی زکوٰۃ بھی جبر جاتی ہے۔ اور فیکٹر کو بھی ہیرہ کر کے کاغذ  
مل جاتا ہے۔ اس تسمیہ الفقیر کو خواہ آپ کچھ بھی سمجھیں مگر غور  
سے دیکھ جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ درحقیقت انتہائی مجبوری اور  
شدید ناگزیر حالتوں میں ایک قسم کے شخصی علم پر عمل کرنے کا ہم محض ہے  
جس کے لئے قرآن و حدیث میں بھی گنجائش رکھی گئی ہے۔ اسی طرح اس  
قسم کے تدابیر اختیار کرنا مجبوری کی حالت میں غریب صنفی اور شرفی  
دونوں میں بطور اصول تسلیم ہی کیا گیا ہے۔ ذیل کے سطور میں مختصر طریقہ  
سے کتاب و سنت کے ہدایات اور فقہات کی بعض تقریرات پیش کی جاتی  
ہیں۔ جن سے اس مسئلہ کا ثبوت واضح ہو جائے گا۔ کہ شرعی ضرورتوں  
کی بنا پر بعض حالات میں اس قسم کے تدابیر اختیار کئے جاسکتے ہیں۔  
اور اس میں شرعاً کوئی تباہت نہیں ہے۔

## کتاب اللہ

قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں آیت ہے کہ اس

نے (کافی عرصہ تک بیماری کی معیبت بھیننے کے بعد بازگواہیاں  
درخواست کر کے) کہا: اے رب! مجھ کو شیطان نے بڑا دھوکہ پہنچایا۔  
رب انی مسنی الشیطان بنصب وھذا اب تو اللہ  
تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا۔ تم اپنے پاؤں زمین پر، دوہرا رکھو  
(برجنگ) یہاں سے عقد سے بانی کا ایک چشمہ اہل پر سے لایا جس  
سے تم نہا کر اور اس کے بانی کو پانی کراچی ہر جادو کے (ھذا مختل  
بار و شواب) چونکہ حضرت ابراہیم نے یہ قسم بھی لکائی تھی کہ اگر  
میں اچھا ہوا تو میری کوسو کوڑے مارا کروں گا۔ کیونکہ میری سے  
اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام سرزد نہوا تھا۔ تو حضرت ابراہیم

مذہب اصناف میں سے جو متاخرین ہیں جن کی رائے یہ ہے  
کہ مذہب کی رو سے عالم و دیناں کے ماسوائے تمام معارف  
میں فقر شرط لازمی ہے۔ ان کے نزدیک یہ معاوضے اور تنخواہیں،  
لاکھوں اور صاحب نصاب ملازمین کو زکوٰۃ سے جو دے دیئے  
جاتے ہیں۔ یہ درست نہیں ہوں گے اور اسکا پیمانہ ان کے مذہب کے  
ماقتت یقیناً اشکال دار ہو جاتا ہے۔ لیکن اس اشکال کو ایک طریقے سے  
رفع کیا جاسکتا ہے کہ دینی ادارین دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ ادارے ہیں  
جن کی آمدنی کے لئے زکوٰۃ سے علاوہ دوسرے مددات، عطیات،  
وغیرہ بھی ہوں جیسا ہمارے دارالعلوم حقینہ اس میں ہمارا اپنا معمول  
یہ ہے۔ کہ زکوٰۃ کی تقریباً اعلیٰ مقدار پر بطور تکلیف خرچ  
کے جاتی ہے۔ جس کی صورتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) تقریباً دو سو طلباء کے لئے جمع و شام منہج سے لکھا ہوا  
بطور تہنیک پیشہ دیا جاتا ہے۔ جن کا ہر ماہ خرچ تقریباً بائیس ہزار ہے  
(۲) نقد رقم جو برصغیر کو پرنسز وغیرہ کے لئے دی جاتی ہے  
(۳) ماہانہ دستار بندی کے لئے دستاویز خرید کر بطور تہنیک

ان کو دی جاتی ہیں اور معاوضے اور تنخواہیں عموماً عطیات کی مدد سے  
دیئے جاتے ہیں۔ ایسے اداروں میں صرف زکوٰۃ پر قانون کی مدد سے کوئی  
اشکال دار نہیں ہوتا ہے۔ دوسری قسم کے ادارے وہ ہیں جن  
کی آمدنی کے ذرائع زکوٰۃ کے علاوہ کوئی نہ ہوں۔ یا اگر ہوں بھی تو اس  
سے ادارے کے تمام معاوضے پر سے نہیں ہو سکتے ہیں اور مجبوراً  
زکوٰۃ کی مدد سے دوسرے معارف بھی پورے کرنے پڑتے ہیں۔  
ان میں عموماً صاحب نصاب لاکھوں اور ملازمین کو ہواہ راست  
مد زکوٰۃ سے معاوضے اور تنخواہیں نہیں دی جاتی ہیں۔ بلکہ پہلے تہنیک  
افقیر کو عمل میں لایا جاتا ہے۔ اور بعد میں جب غیر مال زکوٰۃ کو قبض



وَالصَّاعِينَ بِالثَّلَاثِ فَتَالَا تَعْمَلُ بِحِجَابٍ مَجْمُوعٍ بِالْإِصْبَاعِ  
ثُمَّ اتَّبَعَ بِالْإِصْبَاعِ حِينَئِذٍ - مَتَّفَعٌ عَلَيْهِ - مَشْكُوعٌ  
ج ۱ ص ۲۴۵

ابوسعید خدریؓ اور ابوہریرہؓ دونوں روایت کرتے  
ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو عابلی خبرنا کہ میما۔ وہ  
وہ حضور کے پاس اعلیٰ درجہ کی کھجوریں لایا۔ آپ نے اس سے پوچھا  
کہ خبر لی ساری کھجوریں ایسی ہیں؟ اس نے کہا حضور! خدا کی قسم!  
ساری کی ساری تو ایسی نہیں ہیں؟ ہم اعلیٰ کھجوروں کا ایک صاع  
دو صاع کے بدلے میں اور دو صاع اعلیٰ تین صاع رو کی کے  
بدلے میں خرید لیتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا ایسا مت کر۔ وہ بلکہ  
وہ کھجوروں کو روپوں سے پہلے بیچ ڈالو اس کے بعد روپوں کے  
بدلے میں یہ اعلیٰ کھجوریں خرید لو؟

اس حدیث میں بھی رد اسے بچنے کے لئے چیلے اور ایک  
تذہیر کی تعلیم دی گئی ہے۔ علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

هَذَا لِحَدِيثِ ظَاهِرِ انِّي جَوَّازُ الْحِيلَةِ فِي الْبَرِّ وَالْبَرِّ  
الَّذِي قَالَ بِهِ ابْنُ حَنِيفٍ وَالشَّافِعِيُّ وَهُمَا رَوَاهُ مَرْفُوعًا  
اس کے بعد یہ معلوم کرنا چاہیے کہ فقہائے اسلام کی رائے

اس کے بارے میں کیا ہے؟ چونکہ فقہائے حنفیہؒ شوافع کی طرح  
عزومت کے مواقع کو ایسی تدابیر کے استعمال کو درست سمجھ  
سہے ہیں۔ اور ہم بھی عام طور پر حنفی و مالکیہ ہی ہیں۔ اس لئے  
ذیل میں صرف حنفی نقطہ نظر کو پیش کر دیا جاتا ہے۔

**فقہائے احناف کا نقطہ نظر**

ہمارے حنفی فقہ میں مختلف مواقع پر متعدد دسیائی میں یہ  
تصریح ملتی ہے۔ کہ عزومت کے مواقع میں اس قسم کے تدابیر استعمال

نے چاہا کہ میں اپنی قسم پوری کروں۔ مگر تم کو پوری کرنا بیرونی کو اس مذہب  
اشارہ اور خدمت گزار کے خلاف تھا، جو اس نے حضرت ایوبؑ کی  
تیز داری کے سلسلے میں ظاہر کر لیا تھا۔ نیز وہ اس کام میں چنداں مقصود  
میں نہیں تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کو یہ پسند آیا کہ اتنی دغا دار اور  
خدمت گزار بیوی کو یہ سخت سزا دی جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ہی نے  
اس کی حالت پر رحم فرما کر حضرت ایوبؑ کو یہ تدبیر سلھائی کہ اپنے  
ہاتھ میں سیکھوں کا مٹھا لے کر اس سے (بیوی) کو مارو اس سے  
تھاری قسم بھی پوری ہو جائے گی اور بیوی کو بھی تکلیف نہ ہوگی۔

وَحَذَّ بَيْنَهُ خُفَّتَا فَاضْرَبَ بِهِ وَلَا تَحْتِمْ مَغْرِبِينَ  
نے اس آیت کے تحت تفسیر کی ہے کہ اس میں حضرت ایوبؑ کو  
اپنی قسم میں حنت سے بچنے کے لئے تدبیر سلھائی گئی ہے۔ جس کو فقہاء  
”حیلہ“ کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کے صاف معلوم ہوا کہ عزومت  
اور مجبوری کی حالت میں ایسی تدبیریں اختیار کرنا کوئی قبیح اور مذہم  
فعل نہیں ہے۔ اب اگر دینی مدارس اور اداروں میں تعلیم  
الافتاء کی تدبیر اختیار کر لی جائے۔ تاکہ اس سے دینی تعلیم کا یہ نظام  
مسلحہ نہ ہونے پائے تو اس میں کیا مضائقہ ہے۔

**سنت رسولؐ**

سنت رسولؐ کی طرف جب ہم رجوع کرتے ہیں تو اس میں  
بھی کئی ناجائز کام سے بچنے کے لئے اور جائز طریقہ پر کام کرنے کے  
لئے ایسی تدبیر کی تعلیم دی گئی ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَوَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ حَبْلًا عَلَى خَيْبِ خَلْكَ لَاتَبَرِ

جَنِيْبِ فَتَالَا اَكْلًا تَمْوِخِيْبًا هَكَذَا؟ قَالَ لَا اِذْ لَلَّ

يَا رَسُولَ اللَّهِ! اِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هَذَا بِالصَّاعِينَ

کرنا جائز اور اس سے نائدہ اٹھانے میں مضائقہ نہیں ہے۔ طوائف سے بچنے کے لئے مرت ایک دو شاہیں ذکر کی جاتی ہیں  
 سلا احناف کے نزدیک دائیں اکر مدیوں کو دین کا  
 لچہ حصہ زکوٰۃ ہی میں چھوڑ دینا چاہیئے۔ قراس سے زکوٰۃ ادا نہیں  
 ہوتی۔ ولا یجزی فی الزکوٰۃ حین ابدل عینہ صاحبہ  
 بنیۃ الزکوٰۃ (در الايضاح) در غمنا میں بھی یہ مذکور ہے  
 کہ ان اذ لہ الدین عن العین لا یجوز اہ لیکن اس  
 لئے اگر اس تدبیر سے کام لیا جائے کہ دائیں مدیوں کو پہلے نقد  
 روپیہ بہ نیت زکوٰۃ دیدے۔ اس کے بعد مدیوں اپنے قرضہ میں  
 یہ رقم دائیں کو واپس دے دے۔ تو زکوٰۃ بھی ادا ہوگی اور  
 دین بھی ساقط ہو جائے گا۔

وحلیۃ الجواز ان یعطی مدی منہ الفقیر

زکوٰۃ ثم یأخذها عن دینہ اہ۔ در غمنا

ج ۲ ص ۱۶ اسی طرح چونکہ ہمارے احناف کے نزدیک زکوٰۃ

میں تمکین فقیر ایک لازمی امر ہے۔ اس بنا پر ہم احناف یہ  
 جائز نہیں سمجھتے ہیں کہ مال زکوٰۃ سے ابتداء میت کے لئے کن غریہ  
 لیجائے یا تعمیر مسجد میں مال زکوٰۃ خرچ کیا جائے۔ لیکن اگر اس کے

لئے یہ صورت اختیار کی گئی کہ پہلے مال زکوٰۃ کسی فقیر کو بطور تمکین  
 دے دیا گیا۔ اور بعد میں فقیر نے اس مال کو تکفین میت یا تعمیر مسجد  
 میں خرچ کر دیا تو یہ نہ صرف جائز ہے۔ بلکہ زکوٰۃ دینے والے

مالدار اور فقیر دونوں اس کے ثواب میں برابر کے شریک بھی ہیں۔

وحلیۃ التکفین جہا المصدق علی فقیر ثم

هو مکین متکون انشاب لهما وکذا فی تعمیر

السجل ۱۱ در غمنا ج ۲ ص ۱۶ قلت وخرج

السیوطی فی الجامع الصغیر لو موت الصدقۃ علی  
 مدی مائتہ کذا لعدم من الاصل مثل اجر المبتدی  
 من غیر من یمنقص من اجر المبتدی اہ شام ج ۲ ص ۱۶  
 یہ دو شخص بطور مشرت نمونہ ضرور پیش کی گئی۔ حد نہ  
 ہوا فتح اور احناف کے ہاں یہ اصول طے پایا ہے۔ کہ ضرورت  
 کے مواقع پر ایسے رخصتی احکام پر عمل کو بلاشبہ جائز اور بعض  
 مواقع میں تحسن فعل بن جاتا ہے۔ لہذا مدارس عربیہ میں اگر پہلے  
 مال زکوٰۃ میں تعلیق الفقیر کی تدبیر سے کام لے کر بعد میں  
 مال زکوٰۃ سے صاحب نصاب کارکنوں کو معاضفے یا تنخواہیں دے  
 دی جائیں یا تعمیری کاموں میں لگایا جائے۔ تو مذہب کی رو  
 سے اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ دار الفقہاء علیہ ائمہ مذہب ہی  
 نے اس کی اعجازت دی ہے۔ بلکہ زکوٰۃ بھی ہوگی اور وہ فقیر بھی  
 شریک ثواب رہے گا۔

## سوال ۵

عام طور پر مال زکوٰۃ مئی آکر ڈر کے ذریعہ بھیجا جاتا ہے۔ اس  
 میں اصل مال زکوٰۃ تو ڈاک خانہ ہی میں رہ جاتا ہے۔ مرسل الیہ  
 کے پاس نہیں پہنچتا ہے۔ بلکہ مرسل الیہ مقامی ڈاک خانہ سے اصل رقم  
 کے بدلہ میں اس مقدار کی رقم وصول کرتے ہیں۔ اس صورت میں  
 مال زکوٰۃ تو سرے سے فقراء کو پہنچتا ہی نہیں۔ تو زکوٰۃ کس  
 خرچ ادا ہوگی۔

## الجواب ۵

سلا اس صورت میں زکوٰۃ ادا نہ ہونے کا خیال اس  
 مفروضے کی بنیاد پر رکھا ہر کیا گیا ہے۔ کہ عین مال زکوٰۃ فقیر یا اس  
 کے کسی نائب کے پاس بھیجا نہیں ہے۔ جو زکوٰۃ کی صحت اور

درست ہونے کے لئے شرط لازمی ہے۔ اور کبھی تم کی تبدیلی مال زکوٰۃ میں جائز نہیں ہے۔

۱۔ یا پھر اس مفروضہ کی بنا پر یہ خیال غلط ہو گیا ہے کہ مال زکوٰۃ میں تبدیلی اگر جائز بھی ہو۔ تو اس کی صورت لامحالہ یہی ہوگی کہ مالدار خود اس میں تبدیلی کر دے۔ کبھی دوسرے شخص کو یہ حق شرعاً حاصل نہیں ہے۔ کہ وہ مال زکوٰۃ میں تبدیلی کر دے۔ اگرچہ مالک کے اذن ہی سے کیوں نہ ہو۔ بالعرض اگر کسی تم کی تبدیلی مال زکوٰۃ میں ہو گئی۔ تو زکوٰۃ درست نہ ہوگی اور فریضہ مالدار کے ذمہ پائی رہے گا۔ حالانکہ یہ دونوں مفروضے نہ صرف یہ کہ شرعیت میں ثابت نہیں۔ بلکہ صریح غلط بھی ہیں۔

پہلا مفروضہ اس بنا پر غلط ہے کہ وہ حدیث رسول اللہ علیہ وسلم اور صحیح احادیث کے خلاف ہے عادت میں یہ تصریح ملتی ہے کہ حضور نے زکوٰۃ میں مال واجب کے اندر تبدیلی کو جائز

فرمایا ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی اس کتاب میں جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ مقادیر زکوٰۃ تحریر کئے گئے ہیں کہ اگر مالدار کے پاس مال واجب نہ مل سکے تو جائز ہے کہ اس سے مال واجب کے بدلے میں کم قیمت کا مال لیا جائے۔ بشرطیکہ اس کے ساتھ اصل واجب کی باقی ماندہ قیمت کو بھی ملا کر دیا جائے کتاب الصلوات کا وہ حصہ درج ذیل ہے۔ جس میں حضور نے اس تبدیلی کو جائز قرار دیا ہے۔

ومن بلغت عندك صدقة الجذعة وليست عندك جذعة وعندك حقة فانها قبل منه تحيل معها شاتين ان استيرتا له او حرجين درهما۔

(الحديث بخاری مجمل الشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۵۸)

ترجمہ :- جس شخص کے ذمہ زکوٰۃ میں جذعہ (پانچ

سلا ادنٹ) واجب قرار پائے۔ مگر اس کے پاس حقہ (چار سلا ادنٹ) کے علاوہ کوئی جذعہ نہ ملے تو جذعہ کے بدلے میں اس سے حقہ بھی لیا جاسکتا۔ بشرطیکہ اس کے ساتھ دو برکیاں اگر وہ اس کے پاس ہوں یا اس کی قیمت میں دو برکیاں ملا کر دیا جائے۔ اس حدیث سے بغیر کبھی اشتباہ کے یہ ظاہر ہو گیا کہ زکوٰۃ کی صحت کے لئے کوئی ضروری نہیں ہے۔ کہ عین مال زکوٰۃ بلا کمی تم کی تبدیلی کے فقیر کو دیا جائے۔ بلکہ اصل واجب کی جگہ قیمت ہی ادا کی جاسکتی ہے۔ ورنہ حضورؐ جذعہ کے بدلے میں حقہ لینے کی اجازت دے دیتے۔

اس طرح جس زمانے میں مہاجرین مدینہ کا مسند ایک پیچیدہ مسئلہ بنا ہوا تھا۔ اور غالباً کپڑوں کی ان کے لئے شدید ضرورت تھی۔ اس زمانے میں تین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب حضرت معاذؓ نے اعلان کر کے اہل یمن سے ان کے صدقات کی تمام اصناف واجبہ کے بدلے میں صرف نئے اور پرانے کپڑے وصول کئے اور وہ سارے کپڑے مہاجرین کے لئے مدینہ روانہ کئے اعلان کے الفاظ درج ذیل ہیں :-

ایتونی بکل خلیس ولیس اخذہ منکم مکان الصدقة فانہ اذق بکروانفع للمہاجرین ذاکا نصار بالمدینۃ ۱۷ (مجل الاوطار ج ۲ ص ۱۷۱)

ترجمہ :- "اے اہل یمن! تم میرے پاس ہر قسم کے نئے اور پرانے کپڑے لاؤ میں اس کو صدقہ کے معاوضے میں قبول کروں گا۔ اس میں ہمیں آسانی ہوگی اور مدینہ کے انصار اور مہاجرین کی سبباً۔"

مشاء ادى زكوتها من العین وھی خمسہ  
اقفزة لحظة وان شاء ادى زكوتها من  
القيمة كذا فی شرح المطاوی ۱۵ ج ۱ ص ۱۹۲

دوسرا معروضہ کو مالدار آدمی اس کے طرف سے  
زکوٰۃ ادا کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ نہ اس طرح کے زکوٰۃ ادا  
کرنے سے مالدار آدمی زکوٰۃ سے بری الذمہ ہو سکتا ہے  
یہ معروضہ اس بنا پر غلط ہے کہ فقہاء کی تصریحات اس کے  
برخلاف ہیں۔ تاضی خان کا ایک جز یہ اس کے برخلاف نقل کیا  
جاتا ہے۔ جو درج ذیل ہے۔

رجل اسر جلابان یودی عند الزکوٰۃ  
من مال نفسه فادی المامور فانہ لا یرجع  
على المامور لئلا یشرط الرجوع ۵۱ فایضاً  
بہامتی (ماگگیری ج ۱ ص ۲۳۹)

ترجمہ :- ایک شخص نے کسی دوسرے آدمی کو اس  
بات پر مامور کیا کہ تم میری طرف سے اپنے ہی مال سے  
زکوٰۃ دے دو۔ مامور نے حکم کے مطابق زکوٰۃ دے  
دی۔ تو مامور کے لئے آمر پر حق رجوع جب ہو گا کہ  
لوگوں کے مابین یہ قرار پا چکا ہو کہ مامور آمر پر رجوع کریگا  
ورنہ اشتراط کے بغیر رجوع کا حق نہ ہو گا۔

تایمناں کے اس جز یہ سے دو باتیں صاف طور پر معلوم ہوئیں  
ایک یہ کہ اس صورت میں آمر کا ذمہ فریضہ زکوٰۃ سے فارغ ہو گیا  
ہے۔ ورنہ اگر اس کا ذمہ فارغ ہوا ہی نہیں تو اشتراط رجوع کی صورت  
میں مامور کو رجوع ثابت ہونے کے کوئی معنی نہیں ہے۔ دوسرا  
بات یہ ہے کہ اگر رجوع کا اشتراط نہ ہو تو زکوٰۃ ادا ہوگی  
مگر اس پر نہ کسی وجہ سے مامور کو حق

دوسری ایک روایت میں طاؤسؓ نے اس اعلان کے یہ الفاظ  
نقل کئے ہیں :-

قال معاذ لاهل الیمین ایتونی نجیس الیس  
مکان الذقة والشعیر اھون علیکم وخیلا صاحب  
رسول اللہ صلعم بالمدینۃ (رداء ابنہاری تعلیقاً ۱۵  
(مسائل الاذکار ج ۱ العلوم ص ۱۵۷)

ترجمہ :- تم میرے پاس صدقہ نبویؐ اور حجار کے بدلے  
میں ہر تم کے لئے پرائے کیلئے لاؤ۔ اس میں تمہارے لئے آسانی  
ہوگی۔ اور حضورؐ کے اصحاب کے لئے بھلائی ہوگی۔ جو مدینہ میں رہنے  
والے ہیں۔

مذکورہ بالا دونوں روایتوں سے معمولی بصیرت رکھنے  
والا انسان آسانی یہ معلوم کر سکتا ہے کہ ہر قسم کے مال زکوٰۃ میں  
تبدیل جائز ہے۔ اور اس سے زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوئی نقص نہیں  
آتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے فقہائے حنفیہ نے متقل اصول پر  
یروغ کئے ہیں کہ تمام واجبات مالیہ میں تبدیلی جائز اور اصل  
واجب کے بدلے میں قیمت ادا کی جاسکتی ہے۔ و یجوز  
دفع القیم فی الزکوٰۃ عندنا ۱۱۔ یہ اصول کسی خاص  
قسم کے اموال کے لئے عرن نہیں۔ بلکہ تمام اموال زکوٰۃ میں  
خواہ سوائم ہوں یا نقد۔ کیلات ہوں یا مزدونات۔ یہ اصول  
معمول ہوں گے۔ اور تمام اموال زکوٰۃ میں تبدیلی جائز ہے  
ماگگیری میں ہے۔

واذا کانت لرجل مائتة قفیر حنطۃ  
قیمتھا مائتۃ درھم فصاحبھا باعھا بارت

